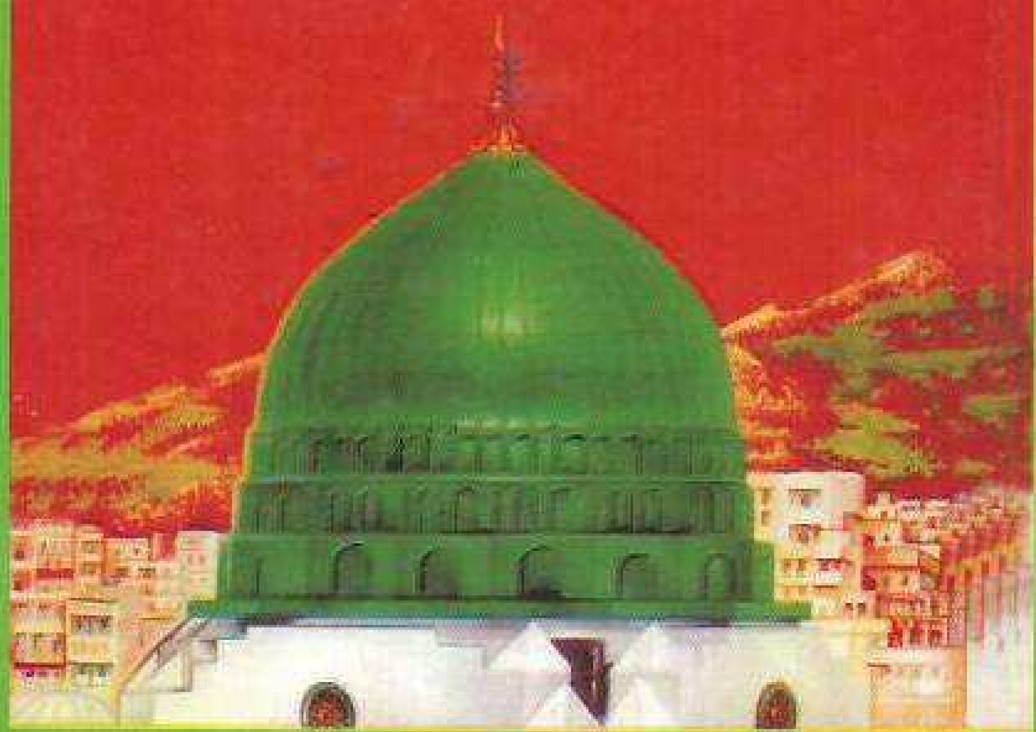
وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِينَ



واقعہ معراج

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلف: پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت پیر صوفی محمد عظیم قادری چشتی سہروردی
ابوالعلائی جہانگیری شکوری سعیدی
خاک پائے مرشد

واقعہ معراج

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ: حضرت پیر صوفی محمد عظیم قادری شکوری
خاک پائے مرشد

ملنے کا پتہ:
دار العلوم قادریہ مراۃ الاولیاء
ہینسووالہ (رجسٹرڈ) تحصیل شکر گڑھ

بطفیلِ عنایت



نام کتاب	واقعہ معراج حضور سرورِ کائنات
نام مولف	حضرت پیر صوفی محمد عظیم
کمپوزنگ	انٹر نیشنل کمپیوٹر کالج ریلوے روڈ شکر گڑھ
صفحات	۱۶۴
تعداد	
ہدیہ	
سال اشاعت	ستمبر ۲۰۰۰ء

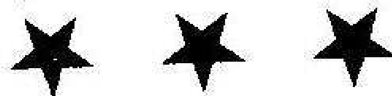
مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس 43 نسبت روڈ، لاہور۔

ملنے کا پتہ



دار العلوم قادریہ مراۃ اولیاء ہیگنسوالہ (رجسٹرڈ)
تحصیل شکر گڑھ

فہرست



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسول الکریم

پیش لفظ



اللہ تبارک تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے ہمیں انسان اور اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا۔ اور کروڑ ہا کروڑ ہا درود سلام حضور رحمت اللعالمین ﷺ پر کہ ہمیں آپ حضور ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اور رشد وہدایت کے لئے حضرت قبلہ عالم میرے پیر و مرشد شاہ محمد سعید قادری چشتی سہروردی ابوالعلائی جہانگیری شکوری مراۃ الاولیا قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ رب العزت نے اپنا فضل وکرم فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صدقے اور وسیلے سے انہوں نے اپنا خلیفہ مجاز بنایا اور حضرت قبلہ عالم پیر و مرشد کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے جو راہ ہدایت اس خاک راہ کو ملی ہے وہ لوگوں کی بھلائی کے لئے ان کتابوں میں درج کر رہے ہیں اور ان کتابوں میں زیادہ سے زیادہ کوشش کی گئی ہے۔ قرآن شریف اور حدیث نبوی ﷺ اور جو بزرگان دین اور اولیائے کاملین ہم سے پہلے گزرے ہیں انہوں

نے قرآن شریف اور حدیث شریف کے علوم کو سمجھا اور پھر اس پر عمل کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خلوص دل اور محبت سے اطاعت و پیروی کی جیسا کہ ان کے پیرو مرشد نے تعلیم دی جس کے صلہ میں اللہ رب العزت نے جو ان کو ولایت کا بلند مرتبہ و بالا مقام عطا فرمایا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔ اس لئے ان بزرگوں کی کتابوں سے اقتباسات و حوالہ جات لوگوں کی بھلائی کے لئے ان کتابوں میں پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت رکھنے والے اس سے بے شمار فیض و برکات حاصل کر سکیں۔ اور راہ حق پر چل سکیں۔

حضرات گرامی!

مجھے یہ سن کر بڑا افسوس اور صدمہ ہوتا ہے۔ کہ کچھ پڑھے لکھے لوگ بھی محفل سماع کو حرام کہہ دیتے ہیں حالانکہ ایسا کہنے سے وہ لوگ خود گنہگار ہوتے ہیں اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب کیمیائے سعادت جو اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ثبوت پیش خدمت ہے کہ سماع کو حرام جاننے والے حضرات اپنی اصلاح کریں اور محفل سماع کو حرام کہنے سے گریز کریں خواہ مخواہ گنہگار ہونے سے بچیں۔ حوالہ کتاب کیمیائے سعادت (آداب وجد و سماع ص ۲۸۱، باب اول)۔

جاننا چاہئیے کہ آدمی کے دل میں اللہ تعالےٰ ایک کا راز ہے جیسے آگ لوہے اور پتھر میں۔ جیسا کہ لوہا پتھر پر مارنے سے آگ ظاہر ہوتی ہے اور صحرا میں لگ جاتی ہے اسی طرح موزوں آواز کا سننا آدمی کے دل میں جنبش پیدا کرتا ہے اور بے اختیار اس میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس مناسبت کا سبب جو گو ہر آدمی

کو عالم علوی سے جسے عالم ارواح بھی کہتے ہیں اور عالم علوی عالمِ حسن و جمال ہے اور حسن و جمال کی اصل جو ہے تو وہ تناسب ہے وہ اس عالم کے جمال کی نمود کار ہے اور جمال و حسن و تناسب جو اس عالم میں محسوس ہوتا ہے وہ سب اس عالم کے حسن و جمال میں محسوس ہوتا ہے وہ سب اس عالم کے حسن و جمال کا ثمرہ ہے۔ پس خوش و موزوں آواز بھی اس عالم کے عجائبات سے مشابہت رکھتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ دل میں آگاہی پیدا ہوتی ہے۔ اور حرکت و شوق کو ظاہر کرتی ہے ممکن ہے کہ آدمی خود نہ جانے کہ وہ کیا ہے جیسے آگ پھونک مارنے سے زیادہ ہوتی ہے اور جس کے دل میں حق تعالیٰ کے عشق کی آگ ہو۔ تو سماع اس کے لئے ضروری ہے کیونکہ سماع سے اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ اس کے دل میں تیز ہوتی ہے اور جس دل میں جھوٹی محبت ہے سماع اس کے لئے زہر قاتل ہے۔

تمام خوشیاں حرام نہیں ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حبشی عید کے دن مسجد میں کھیل اور بازی کرتے تھے۔ کہ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کیا تم نے دیکھنا چاہتی ہو میں نے کہا، ہاں چاہتی ہوں۔ چنانچہ آپ حضور ﷺ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور آپ نے ہاتھ بڑھایا حتیٰ کہ میں نے اپنی ٹھوڑی آپ کے دست مبارک پر رکھی اور یہاں تک سیر و نظارہ کیا کہ حضور نے خود فرمایا کہ بس نہ کرو گی میں نے کہا نہیں۔ اور جب یہ حدیث شریف صحیح ہے۔ اور ہم نے پہلے بھی اس کتاب میں بیان کیا ہے دوسری حدیث ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی روایت ہے کہ عید کے دن دو کنیزیں میرے سامنے دف بجاتی تھیں اور گانا گاتی تھیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ

تشریف لائے اور منہ مبارک دوسری طرف کر کے سو گئے اتنے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو آپ نے کنیزیوں کو تنبیہ کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے تعرض نہ کرو کیونکہ آج عید کا دن ہے اس سے ثابت ہوا کہ سماع کا سننا مباح و جائز ہے۔ اور سماع عشق الٰہی بھڑ کانے میں ایک عظیم الشان اثر رکھتا ہے۔ حضرت صوفیاء اکرام میں بعض حضرات ایسے ہوئے ہیں کہ انہیں حالتِ سماع میں مکاشفات ہوتے ہیں اور لطف اندوز ایسے حاصل ہوتے ہیں۔ کہ وہ بغیر سماع کے نصیب نہیں ہو سکتے۔ اور وہ حالتِ لطیف جو عالم غیب سے حضرات صوفیہ اکرام پر مستولی ہوتی ہے اسے وجد کہتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ ان کا دل سماع سے اس طرح پاک ہو جاتے ہیں جیسے چاندی آگ میں ڈالنے سے صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی ریاضت کرنے سے بھی وہ بات حاصل نہ ہو جو سماع سے حاصل ہوتی ہے۔ اور جاننا چاہئیے کہ جو شخص صوفیہ اکرام کے سماع و وجد حال وغیرہ کا انکار کرتا ہے اور انکار کرنے سے معزور ہوتا ہے کیونکہ جو چیز خود اس کے دل میں نہ ہو اس پر ایمان لانا اس کے لئے مشکل ہے۔ اور ایسے شخص کی مثال ہجڑے جیسی ہے کیونکہ وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتا کہ مباشرت میں بھی لذت ہوتی ہے مگر جب اس میں شہوت ہی نہیں ہے تو وہ کس طرح اس لذت کا احساس کر سکتا ہے۔ جو شخص ایسا ہو کہ جو چیز اسے حاصل نہیں وہ دوسروں کو بھی حاصل ہونے کو محال جانے تو وہ شخص حد درجہ احمق ہے اور بے وقوف ہے۔

حضرات گرامی!

لکھنے کو تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر میں سمجھنے والے حضرات کے لئے صرف اتنے پر اکتفا کرتا ہوں سماع وجد وحال کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

برادران محترم!

میں نے یہ بھی سنا ہے کچھ نادان لوگ فرض نماز کے بعد کلمہ طیبہ کا جہر سے پڑھنے کو بدعت و ناجائز کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ عین سنتِ مصطفےٰ ﷺ ہے جس کے لئے دلیل حضور ﷺ کی حدیث شریف ہے جو پیش خدمت ہے۔ نماز کے بعد ذکر الٰہی کرنا ہم سے اسحاق بن نصر نے بیان کیا ہے کہ ہم کو عبدالرازق بن ہمام نے خبر دی ہم کو عبدالمالک بن جریج نے کہا مجھ کو عمرو بن دینار نے ان سے ابو سعید نافذ نے بیان کیا جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے ان کو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خبر دی کہ فرض نماز سے فارغ ہو کر پکار کر ذکر کرنا حضور ﷺ کے زمانے میں جاری تھا۔ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ کو تو لوگوں کا نماز سے فراغت ہونا اسی ذکر کی آواز سن کر معلوم ہوتا تھا۔ (بخاری جلد ۱، پارہ ۴، کتاب الصلوٰۃ ص ۴۰۸)۔ ذکر مبارک کے فضائل قرآن شریف اور حدیث پاک میں حکم فرمایا گیا ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تاکہ لوگ تمہیں دیوانہ سمجھیں اور مزید اگر ذکر مبارک کے فضائل دیکھنا چاہئیں تو کتاب فضائل ذکر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب بانی تبلیغی جماعت کی تصنیف ہے ملاحظہ فرمائیں۔ ذکر مبارک کی مخالفت کرنے والوں کے لئے قرآن شریف اور حدیث نبوی ﷺ میں سخت ترین وعید آئی ہیں جو مندرجہ بالا کتاب کا

فضائل ذکر میں دیکھی جاسکتی ہیں میں اس وقت صرف حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مبارک عین الفقر سے ایک دلیل پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں آپ رحمت اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ جو فقیر کہ اسم اللہ کے ساتھ مشغول ہو خواہ وہ دانا ہو یا دیوانہ وہ مجذوب باللہ اور یگانہ خدا ہوتا ہے۔ اور جس شخص کو اسم اللہ سے غصہ آتا ہے تو معلوم ہوا کہ اسم اللہ کو وہ نہیں چاہتا بلکہ وہ دشمن خدا ہے اور یاد رہے کہ اسم اللہ سے منع کرنے والا وہ حال سے خالی نہیں یا منافق ہو گا یا کافر اور حاسد متکبر ہو گا۔ (عین الفقر ص ۲۸)

پیر طریقت رہبرِ شریعت

حضرت پیر صوفی محمد عظیم قادری چشتی سہروردی

ابو العلائی جہانگیری شکوری سعیدی

ناظم اعلیٰ انجمن اتحاد المسلمین دعوت محبت و یقین قادریہ عظمیہ

ہینسوالہ (رجسٹرڈ) تحصیل شکر گڑھ

خاک پائے مرشد



بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ واقعہ معراج ☆

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم



مقامِ خواجہ برتر از گمان است　　برون از حدِ تقدیر و بیاں است

الحمد الله الذی اسریٰ بعبده فوق السموات العلےٰ ط ، وشرفه بغياة قربه فكان قاب قو سين او ادنیٰ ط . واصبطفا ه لرويته و كلا مه فاو حیٰ الیٰ عبد ه ما او حیٰ ط، والصلوٰة ولسلام عليه و علی اله المجتبیٰ ط. واصحابه الذمعروا فیٰ معارج الحق ولهدیٰ ط،

اما بعد فا عوذ بالله من الشيطن الر جيم

بسم الله الرحمن الرحيم ط

سبحان الذی اسریٰ بعبد ه ليلامن المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ الذی بار كنا حوله لنريه من ايا تنا انه هو السميع البصير ط (سوره بنی اسرائيل)

اللھم صلی علی سید نا محمد صاحب التاج والمعراج والبراق والعلم ط، وعلی الہ واصحابہ ھُدھالعرب والعجم ط،

مغز قرآن روح ایمان جان ودین، ہست حب رحمت اللعالمین (عارف رومیؒ)

حضرات گرامی!

اس وقت میں نے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تلاوت کی ہے۔اور آج میں معراج النبی ﷺ کے بعض گوشوں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں ،معرج حضور ﷺ کے معجزات جلیلہ میں سے ایک بہت ہی عظیم الشان اور نہایت ہی کمال معجزہ ہے۔جو حضور ﷺ کے خصائص کبریٰ میں شمار کیا جاتا ہے ،خصائص کبریٰ کیا ہیں یوں سمجھئے کہ خداوند قدوس نے تمام انبیاءومرسلین کے معجزات کو حضور ﷺ کی ذات بابرکت میں جمع فرمادیا۔اوران کے سوا ایسے خاص خاص معجزات سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ممتاز فرمایا جو آپ کے سوا کسی نبی یارسول کو عطا نہیں کئے گئے یہی معجزات آپ ﷺ کے خصائص کبریٰ کہلاتے ہیں۔ چنانچہ معجزا معراج شریف بھی انھیں خصوصی معجزات نبوت میں سے ایک ہے جو حضور ﷺ کے سوا کوئی نبی یارسول سرفراز نہیں کیا گیا۔

معزز حاضرین کرام!

معراج کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کو رات کے مختصر حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کی سیر فرماتے ہوئے سدرۃالمنتہی سے جہاں تک باری تعالیٰ نے چاہا تشریف لے گئے اور عرش و

فرش لوح و قلم جنت و دوزخ وغیرہ آیات کبریٰ کا مشاہدہ فرمایا اور رب العرش کے دیدار اور اس کی بے انتہاء نوازشوں اور لا تعداد عنایتوں سے سرفراز ہو کر واپس تشریف لائے ، برادران ملت :اس واقعہ معراج کی صداقت پر دور صحابہ کرام سے آج تک تمام اہل حق کا اتفاق رہا اور کفار و ملحدین کے سوا کوئی بھی اس معجزہ کا منکر نہیں ہوا۔اور حق تو یہ ہے کہ معراج رسول اللہ ﷺ سے انکار کی کوئی وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔ آخر معراج کیا ہے ؟در حقیقت معراج ایک تیز رفتار حرکت ہی تو ہے۔ کہ زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی گرم رہا۔

تا عرش گئے اور چلے آئے محمد ﷺ

حضرات ! آپ ہی بتایئے کیا حرکت کی سرعت اور تیز رفتاری کی کوئی حد متعین ہی نہیں ہے لہذا حرکت سریع سے سریع تر اور تیز سے تیز تر ہو سکتی ہے یاد رکھئے کہ حرکت کی تیز رفتاری کا دارو مدار در حقیقت محرک کی طاقت اور متحرک کی صلاحیت پر موقوف ہے۔ یعنی چلانے والے میں جس قدر زیادہ طاقت اور چلنے والے میں جتنی صلاحیت ہو گی اس قدر چال زیادہ سے زیادہ اور رفتار تیز سے تیز تر ہو گی ، مثال کے طور پر آپ یوں سمجھیں کہ اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ ایک ریل گاڑی جس میں تھرڈ کلاس ، سیکنڈ کلاس ، فرسٹ کلاس وغیرہ کے بہت سے ڈبے جڑے ہوئے تھے اور سینکڑوں مسافر اپنے اپنے سامانوں کے ساتھ اس میں سوار تھے۔ اور اس ریل گاڑی کے آگے ایک چوہیا بندھی ہوئی تھی جو اسی ریل گاڑی کو ایک گھنٹہ پچاس میل کی رفتار سے کھینچے لئے جارہی تھی تو آپ یقیناً یہیں کہیں گے کہ یہ شخص یا تو دنیا بھر کے جھوٹوں کا

استاد ہے یا اس کے دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہو گیا ہے کیونکہ یہ نا ممکن بات ہے کہ اتنی بڑی ریل گاڑی کو ایک چوہیا کھینچ لے جائے۔

سنئے آپ نے اس حرکت کا کیوں انکار کیا اسلئے کہ متحرک میں یعنی ریل گاڑی میں اگرچہ حرکت تیز رفتاری کی صلاحیت ہے مگر محرک یعنی چوہیا میں اتنی طاقت نہیں جو اتنی بڑی ریل گاڑی کا اس رفتار کے ساتھ چلا سکے۔ اس طرح اگر کوئی آپ سے یہ کہے کہ میں نے ریلوے لائن پر ایک ایسا انجن دیکھا جس کے پیچھے چند درخت اور چند مکان اور کچھ پہاڑیاں جڑی ہوئی تھیں اور وہ انجن ریلوے لائن پر ایک گھنٹہ میں پچاس میل کی رفتار سے ان درختوں اور مکانوں اور پہاڑیوں کو کھینچے لئے جا رہا تھا تو آپ یہ سن کر فوراً پکار اٹھیں گے کہ یہ تو کوہ ہمالیہ سے بھی بڑا جھوٹ ہے یا اس خبر کا سنانے والا بہت بڑا پاگل ہے کیوں اس لئے کہ محرک یعنی انجن میں تو چلانے کی طاقت تو موجود ہے مگر درخت اور مکانات یا پہاڑیوں میں ریلوے لائن پر چلنے کی صلاحیت موجود نہیں لیکن اگر آپ سے کوئی یہ کہے کہ میں نے ریلوے لائن پر ایک گاڑی کو دیکھا کہ اس کو انجن ایک گھنٹہ میں ستر میل کی رفتار کھینچے لئے جا رہا تھا تو آپ کو اس خبر میں ذرا بھی تعجب نہ ہو گا اور نہ ہی انکار ہو گا بلکہ اس خبر کو آپ سو فیصدی صحیح مان لیں گے۔ کیوں اس لئے کہ انجن میں اس قدر طاقت ہے جو ستر میل کی رفتار سے گاڑی کو کھینچ لے اور ریل گاڑی میں اتنی تیز رفتاری سے چلنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

تو میرے بزرگو اور دوستو! پتہ چلا کہ چلانے والے میں جس قدر زیادہ طاقت ہو گی اور چلنے والے میں جتنی زیادہ چلنے کی صلاحیت ہو گی اسی قدر حرکت

میں سرعت اور تیز رفتاری میں تیزی ہو گی۔اب آپ غور فرمائیں کہ معراج میں تیز رفتار چال چلانے والا کون تھا؟، اور چلنے والا کون؟ تو ارشاد خداوندی ہے۔کہ سبحان الذی آسرای بعبده،

برادران ملت!

آپ بتائیں کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر طاقت و قدرت والا کون ہو سکتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھکر صلاحیت والا کون ہو سکتا ہے کیوں کہ معراج میں چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور چلنے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔چلانے والے کی شان تو یہ ہے "ان الله علی شئی قدیر"اللہ تعالیٰ سے بڑھکر کون قدرت و طاقت والا ہے۔ہرگز نہیں اور "قد جاءکم من اللہ نور". یقیناً محمد رسول اللہ ﷺ نور ہیں اور نور سے بڑھکر کسی چیز میں تیز رفتاری کی صلاحیت نہیں ہے تو پتہ چلا کہ دنیا میں کوئی تیز سے تیز رفتار بھی معراج کی تیز رفتاری سے بڑھکر نہیں ہو سکتی۔لہذا ثابت ہوا کی معراج کی تیز رفتار چال یعنی،

زنجیر بھی ہلتی رہی بستر بھی گرم رہا

تا عرش گئے اور چلے آئے محمد ﷺ

میرے دوستو!

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس طرح چاند اور سورج کی روشنی کا انکار نہیں کیا جا سکتا اسی طرح شب معراج میں صاحب لولاک سیار افلاک ﷺ کی تیز رفتاری کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا، کبھی آپ نے غور کیا کہ نور کی تیز رفتاری کا کیا عالم ہے۔اللہ اکبر۔دیکھئے پہلا آسمان زمین سے پانچ سو برس کی دوری پر ہے مگر

ہماری آنکھوں کے نور کی یہ کیفیت ہے کہ ایک سیکنڈ میں ہماری آنکھوں کے نور سے نکلنے والی شعائیں پہلے آسمان تک بلکہ چاند، سورج اور ستاروں پر پہنچ جاتی ہے جو زمین سے سینکڑوں برس کے راستے کی مسافت کے فاصلے پر ہیں۔ مسلمانوں ذرا سوچو تو سہی کہ ہماری آنکھوں کا وہ نور جو گوشت، روٹی، دال، چاول یا سبزیاں وغیرہ معمول غذاؤں سے پرورش پاتا ہے جب اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے تو پھر وہ نور جو "نورٌ علیٰ نور" بلکہ تمام عالم انوار کا منشاء نور و مصدر ظہور ہے اگر رات کے ایک مختصر حصے میں فرش سے عرش تک اور عرش سے فرش تک کا راستہ طے کر لے تو اس میں کون سا تعجب ہے؟

برادران ملت!

یہ ایک تعجب خیز سانحہ ہے کہ پڑول سے چلنے والا اور انسان کا بنایا ہوا ایک انجن سینکڑوں من لوہے کے ہوائی جہاز اور راکٹ کو ہزاروں فٹ کی بلندی پر چند منٹوں میں اڑا لے جاتا ہے اور ایک گھنٹہ میں ہزار میل کی رفتار سے فضائے آسمانی میں اڑتا چلا جاتا ہے، تو اس پر نہ کسی کو تعجب ہوتا ہے اور نہ انکار مگر خلائق عالم جو قادر مطلق ہے اور قیوم برحق ہے اگر وہ اپنے نور خاص تو یعنی سیار افلاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش اور عرش سے فرش تک چند ساعتوں میں سیر کراتا ہے تو سائنس کے غلام عقل کی گھوڑے پر سوار ہو کر تعجب اور انکار کا جھنڈا لہرانے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ معراج کو ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی۔

برادرانِ ملت!

میں تو اکثر ان لوگوں کو یہ کہہ دیتا ہوں کہ بھائیو، تمہاری عقل کی بساط و حقیقت ہی کیا ہے، جو تم اس پر اتنا ناز کرتے ہو، دنیا میں ہزاروں حقائق ایسے ہیں۔ جہاں تک تمہاری عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی مگر تم ان حقیقتوں کا انکار نہیں کر سکتے۔ دیکھو ہر شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ انسان نطفے سے پیدا ہوا ہے مگر خدارا یہ بتاؤ کیا تمہاری عقل میں یہ آتا ہے کہ ایک قطرہ نجس پانی سے ایک حسین و جمیل انسان پیدا ہو سکتا ہے، تمہاری عقل ہرگز اس کو نہیں سمجھ سکتی مگر تم اس کو مانتے ہو اور یہاں ہماری آپ کی عقل یہی کہہ کر ہتھیار ڈال دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور قدرت رکھنے والا ہے لہذا وہ اس پر قادر ہے۔ کہ ایک قطرے نجس کو انسانی روپ بخش دے۔ تو پھر یہاں بھی تمہاری عقل کو یہی کہنا پڑے گا کہ وہ قادر مطلق و قیوم برحق جو چاند و سورج اور ستاروں کو نہایت تیز رفتاری کے ساتھ چلاتا ہے، وہ یہ قدرت بھی رکھتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے نور کی شعاعوں کو ایک سیکنڈ میں چاند و سورج تک ہزاروں میل کی بلندی پر پہنچا دیتا ہے، وہ خداوند تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ چند ساعتوں میں اپنے پیارے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش اور عرش سے فرش تک سیر کرائے۔

برادرانِ اسلام! مشرکین عرب نے بھی قیامت کا ذکر سن کر یہی کہا تھا یعنی یہ چیز عقل سے بہت بعید ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم دوبارہ کیسے زندہ ہو اٹھیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان قیامت کے منکروں کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ سورہ یٰسین۔

ترجمہ: کیا آدمی نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو پانی کی بوند سے پیدا فرمایا پھر وہ ہم سے کھلم کھلا جھگڑا کرنے لگا ہے اور ہمارے کہاوت کہتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول گیا ہے، کہتا ہے ایسا کون ہے جو گلی سڑی ہڈیوں کو زندہ کرے۔ اے محبوب آپ فرمادیں کہ انہیں وہ زندہ کرنے والا ہے جس نے پہلے بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔ مطلب یہ کہ نطفہ کو اللہ تعالیٰ نے انسان بنادیا ہے یہ بات بھی تمہاری عقل میں نہیں آسکتی مگر تم اس کو مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے کہ نطفہ کو زندہ انسان بنادیتا ہے۔ تو پھر یہ بھی مان لو کہ وہ گلی سڑی ہڈیوں کا دوبارہ زندہ فرما سکتا ہے۔ بس خدا کی قدرت پر ایمان لاؤ۔ اور عقل کے مداری کا تماشہ مت بنو، کیوں اس لئے، عقل عیار ہے، سو بھیس بنالیتی ہے، عشق بچارا نہ واعظ ہے نہ ملا، نہ فقیہہ۔

برزگو اور بھائیو! حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختین
کہ جاہا سپر باید انداختین

یعنی ہر جگہ عقل کا گھوڑا ہی نہیں دوڑانا چاہیئے۔ بلکہ بہت سی جگہوں پر تسلیم ورضا کی سپر بھی ڈال دینے چاہیئے۔

عزیزان ملت!

سچ پوچھو تو یہ عقل، عقل کا نعرہ لگانے والے درحقیقت بالکل ہی عقل سے دور ہیں ان سے پوچھو تو سہی کہ تمہاری عقل کی بساط و حقیقت کیا ہے جو تم اس عقل پر اس قدر ناز کرتے ہو، خدا کی قسم سچ کہتا ہوں تمہاری عقل تو اس قابل

بھی نہیں کہ تمہارا پیٹ بھر سکے یا تمہیں تندرست رکھ سکے، دیکھ ایک بیوپاری تجارت میں اپنی ساری عقل کا زور لگا دیتا ہے مگر پھر بھی جب اچانک بازار کا بھاؤ گر پڑھتا ہے تو کروڑ پتی بھی دیوالیہ بن جاتا ہے اور اس کی عقل اس وقت کچھ کام نہیں آسکتی۔ ایک ڈاکٹر اپنی تندرستی کیلئے اپنی عقل کو دن رات پوری طرح مصروف عمل رکھتا ہے مگر ناگہاں اس پر کسی اسی مہلک مرض کا حملہ ہو جاتا ہے کہ اس کی عقل حیران ہو جاتی ہے سینکڑوں تیر بہدف دوائیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور پچاسوں ڈاکٹر صاحبان عقل کے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس مرض کے حملے کو دفع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ پھر بھی غالب آجاتا ہے اور عقل کا منہ کالا اور قدرت کا بول بالا ہو جاتا ہے۔

برادران اسلام !۔

دیکھا آپ نے یہ ہے عقل کی لاچاری آپ ذرا سوچیں تو سہی ایسی ناچار ناقص عقل جو ہمیں تجارت کے گھاٹے سے بچا نہیں سکتی جو ہماری بیماری کو بھی دفع نہیں کر سکتی، بھلا اس عقل کو مسائل نبوت والٰہیات کا دارومدار بنانا بھلا یہ بھی کوئی عقل ہے، مسلمانوں یاد رکھو یہ ایمانیت کا میدان ہے یہاں عقل کا گھوڑا لنگڑا ہو کر منہ کے بل گر پڑتا ہے اس میدان کو صرف عشق کا شہباز ہی طے کر سکتا ہے، نبوت والٰہیات کے مسائل میں عقل کا جھنڈا لہرانا نہ چاہیے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایسا عشق پیدا کرنا چاہیے کہ ہر فرمان خداوندی اور ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عاشقوں کی طرح والہانہ انداز میں سر تسلیم خم کر کے ایمان لانا چاہیے آپ نے یہ کہانی کبھی ضرور ہی سنی ہو گی کہ عقل اور

عشق میں کبھی دوستی نہیں ہوتی، کیوں کہ اس لئے کہ عقل کا مقام اور ہے اور عشق کا جہان اور ہے، کسی شاعر نے عقل اور عشق کا فرق بیان کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے:

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق اگر مصلحت اندیش ہو تو ہے خام ابھی

بے خوف وخطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

برادرو اور بزرگو! اس بات کو سن لیں اور اچھی طرح یاد رکھیں کہ جب تک ایمان کے مسائل میں انسان عشق ایمانی کی اس منزل پر نہیں پہنچے گا، ہرگز ہرگز اسکو ایمان کا نور نصیب نہیں ہو سکتا اور وہ ہمیشہ شک وشکوق کی اندھیری گھاٹیوں میں اندھے اونٹ کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہی رہے گا۔

برادران ملت!

یہی وہ ایمان افروز حقیقت ہے جس کو عارف رومی رحمت اللہ علیہ نے عارفانہ انداز میں کیا خوب کہا ہے:

گر بہ استدلال کار دیں بدے
فخر رازی راز دار دیں بدے

یعنی عقلی دلیلوں پر اگر دین کا دارومدار ہوتا تو فخر دین رازی جو عقلی دلیلوں کے بادشاہ تھے، آج دین کے راز دار کہلاتے مگر ایمانیت میں تو عقلی دلیلوں کا کوئی مقام نہیں کیوں، اس لئے کہ:

پائے استدلالیاں چو بین بود

پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

یعنی عقلی دلیلوں کا سہارا لینے والوں کا پاؤں تو لکڑی کا پاؤں ہوتا ہے اور کون لکڑی نہیں جانتا کہ لکڑی کا پاؤں انتہائی کمزور ہوتا ہے آخر میں عارف رومیؒ ایمانیاں کا عشق ایمانی اور والہانہ تسلیم و رضا کا درس دیتے فرماتے ہیں کہ :

قال را بگزار مرد حال شو

پیش مرد عارفے پامال شو

صد کتا بود صد ورق در نار کن

روئے دل را جانب دالدار کن

یعنی اپنی قال و اقوال اور عقلی دلیلوں کو چھوڑ دے اور کسی عارف باللہ کے روبرو اپنے کو اس طرح پامال حقیدت کر دے کہ ایمانیت میں وہ جو کچھ کہے اس کو بلا چوں چرا تسلیم کر لے اور عقلی و نقلی دلائل کی ساری کتابوں کو نذر آتش کر دے، کیونکہ عقلی دلیلوں سے تجھے خدا نہیں مل سکتا بلکہ خدا تک رسائی کا واحد راستہ یہی ہے کہ تو اپنے دل کے چہرے کو اپنے دلدار کی طرف متوجہ کر دے یعنی عقل کی بھول بھلیوں سے نکل کر عشق خدا اور رسول کی شاہراہ پر گامزن ہو جا پھر دیکھ کہ کس طرح اور کتنی جلدی معرفت الٰہی کے دروازے تجھ پر کھل جاتے ہیں۔ اور عقلی دلائل کی ساری کتابوں کو نذر آتش کر دے کیوں کہ عقلی دلیلوں سے تجھے خدا نہیں مل سکتا۔ اکبر آلہ آبادی نے بھی اپنے مخصوص انداز میں اسی حقیقت کی نقاب کشائی فرمائی ہے کہ :

کہ فسلفی کو بحث میں ہر گز خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

لہذا برادران ملت!

مسئلہ معراج ہو یا دوسرے ایمانی مسائل۔ للہ اس میں ہر گز ہر گز عقل کو دخل نہ دیں بلکہ سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ جزبہ عشق و محبت رکھتے ہوئے ہر شرعی مسئلہ پر بلا چوں چراں ایمان لائیں۔ کیوں اسلئے کہ:

عشق ہی ابتدائے ذات، عشق ہی انتہائے ذات
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدہ تصورات

بہر حال میرا مقصد یہ ہے کہ مسئلہ معراج کو یہ کہہ کر ہماری عقل میں نہیں آتا، انکار کر دینا یہ انتہائی جرم عظیم ہے۔ ورنہ حق تو یہ ہے کہ اگر عقل سلیم سے بھی اس مسئلہ کا جائزہ لیا جائے تو ہر گز ہر گز مسئلہ معراج عقل و فسلفہ کے خلاف نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ اگر فلسفہ کی روشنی میں مسئلہ معراج کا مطالعہ کیا جائے تو معراج نبوی ﷺ کا سمجھ لینا نہایت آسان ہے۔

برادران اسلام!

دیکھئے فلسفہ طبیعات کا یہ مسلم ثبوت مسئلہ ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک حیز طبعی ہے اور اصل مقام ہوتا ہے۔ مثلاً مٹی کا اصل مقام پانی کے نیچے، پانی کا اصل مقام ہوا کے نیچے، ہوا کا اصل مقام آگ کے نیچے ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز طبعی یعنی اصل مقام پر رہے یا اصلی مقام میں چلی جائے تو اس میں کوئی

تعجب کی بات نہیں لیکن اگر کوئی چیز اپنے طبعی یعنی اصل مقام سے نکل کر کسی دوسرے مقام میں چلی جائے تو یہ باعث تعجب ہوا کرتا ہے۔ مثلاً مٹی کا ڈھیلا اگر پانی میں ڈوب کر پانی کے نیچے زمین تک چلا جائے تو اس میں ذرا بھی تعجب نہیں ہوگا کیونکہ مٹی کے ڈھیلے کا حیز طبعی و مقام اصل پانی کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے۔ لیکن اگر کوئی مٹی کا ڈھیلا پانی کے اوپر تیرنے لگے یا ہوا میں اڑنے لگے تو یقیناً یہ بہت ہی تعجب کی چیز ہوگی کہ ڈھیلا اپنے اصل مقام سے نکل کر دوسرے مقام میں چلا گیا اسی طرح اگر گیند میں ہوا بھر کر اس کو پانی میں ڈالا جائے اور گیند پانی کے اوپر تیرنے لگے تو اس میں کوئی تعجب اور حیرت کی بات نہیں، کیونکہ ہوا کا مقام اصلی پانی کے اوپر ہی ہے لیکن اگر ہوا بھری ہوئی گیند پانی کی تہہ میں بیٹھ جائے تو یقیناً یہ انتہائی تعجب کی بات ہوگی کہ ہوا اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام میں کس طرح چلی گئی۔

برادران ملت!

فلسفہ کے اس مسئلہ کی روشنی میں اگر مسئلہ معراج کا جائزہ لیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نور محمدی ﷺ کا حیز طبعی اور مقام اصلی کیا ہے تو اس کو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ نور کا اصلی مقام عالم بالا ہے، دیکھئے چاند و سورج اور ستارے نورانی ہیں تو ان سب کا مقام بھی عالم بالا ہے۔ اس لئے معلوم ہوا نور محمدی ﷺ کا اصل مقام بھی عالم بالا ہے۔ تو اگر حضور ﷺ زمین سے عرش بریں کی بلندی پر تشریف لے گئے تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، کیونکہ نور محمدی ﷺ کا اصل مقام عالم بالا ہے۔ اور کوئی چیز اگر اپنے اصلی مقام پہ پہنچ جائے تو اس میں ذرا

برابر بھی تعجب کا محل نہیں ہوتا، لہذا معراج محمدی ﷺ ہرگز ہرگز کوئی تعجب کی چیز نہیں۔ہاں البتہ سچ پوچھو تو حضور ﷺ اسلام کا اس عالم اسفل زمین پر لانا بہت زیادہ باعث تعجب ہے کہ حضور نور ہوتے ہوئے اپنا مقام اصلی یعنی عالم بالا چھوڑ کر زمین پر کس طرح تشریف لے آئے؟ تو دراصل معراج محمدی ﷺ باعث تعجب نہیں بلکہ میلاد محمدی ﷺ باعث تعجب ہے کہ وہ نور مبین عالم بالا کے مکین ہوتے ہوئے فرش زمین پر تشریف لائے۔کیا خوب کسی نے کہا ہے:

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ ان کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

برادران ملت!

یہ مسئلہ معراج محمدی ﷺ سے زیادہ قابل تعجب مسئلہ میلاد محمدی ﷺ اگر غور کریں تو قرآن مجید میں بھی اس کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے۔دیکھئے قرآن کا یہ اصول ہے کہ وہ قسم ایسی چیزوں کی کھاتا ہے جو عجیب سے عجیب تر ہوں اور جن میں کوئی انوکھا پن اور نرالی قدرت ہو۔اب غور کریں کہ قرآن مجید حضور ﷺ کے معراج میں اوپر شریف لے جانے کا بھی ذکر فرماتا ہے اور معراج سے زمین پر اترنے کا بھی، لیکن معراج پر عالم پر تشریف لے جانے کی قسم قرآن میں نہیں بیان کی گئی مگر جب حضور ﷺ کے عالم بالا سے زمین پر اترنے کا قرآن مجید نے بیان فرمایا تو یوں کہا:"ونجم اذھوہ" یعنی اس پیارے چمکتے تارے محمد ﷺ کی قسم جب یہ معراج سے اترے (ترجمہ رضویہ) دیکھا آپ نے معراج اوپر تشریف لے جانے کی قسم بیان نہیں کی گئی۔کیونکہ یہ چنداں

قابل تعجب چیز نہیں تھی اس لئے کہ آپ اپنے اصل مقام میں تشریف لے گئے تھے۔ مگر معراج سے اترنے کی قسم بیان کی گئی، کیونکہ آپ کا عالم بالا سے عالم اسفل میں آنا بہت ناروا اور نہایت ہی عجیب بات تھی۔

برادران ملت!

بلکہ میں تو اکثر یہ کہتا ہوں کہ آج جو روس اور امریکہ چاند کے سفر کا پروگرام بنا رہے ہین اور چاند کی سطح تک راکٹ پہنچائے جا رہے ہیں یہ ساری ترقیاں میرے آقا و مولیٰ صاحب لولاک سیار افلاک ﷺ کی معراج ہی کا صدقہ ہے ورنہ دنیا کی تاریخ پڑھ لو، میرے آقا کی معراج سے پہلے کسی انسان نے اس کا تصور بھی نہیں کیا تھا کہ کوئی انسان عالم بالا کا بھی سفر کر سکتا ہے سب سے پہلے میرے آقا و مولیٰ ﷺ نے چاند اور سورج کی رفعتوں اور عالم بالا کی بلندیوں کو اپنے قدموں سے پامال کر کے یہ تصور بخشا کہ ایک ساکن زمین بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عالم بالا کا مکین بن سکتا ہے ورنہ آپ ہی بتائیں کہ سرکار دو جہاں ﷺ سے پہلے کسی انسان کو یہ خیال بھی آیا تھا کہ انسان چاند میں جا سکتا ہے ہر گز نہین ،لہذا ماننا پڑے گا کہ چاند تک پہنچنے کی یہ ساری جد و جہد اور دور حاضر کی یہ ساری فضائی ترقیاں رحمت عالم ﷺ کے قدموں کی مرہون منت ہیں، یہی وہ مضمون ہے جس کی طرف ڈاکٹر اقبال صاحب نے اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے۔

پتہ چلا ہے معراج مصطفےٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہیں گردوں

یعنی معراج مصطفےٰ ﷺ سے تمام انسانوں کو اس کا پتہ چلا کہ آسمان بھی عالم بشریت کی زد میں ہے اور فضل ربانی سے عالم انسانی کی رسائی آسمانوں پر بھی ہو سکتی ہے ورنہ اگر معراج محمدی ﷺ نہ ہوتی تو انسان اس کا تصور وہم وگمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی انسان آسمان تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ سبحان اللہ قربان جایئے میرے آقا کی معراج پر جس نے انسان کو اتنی بلند پروازی کا درس دیا۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

حضرات اسی لئے میرا یہ نظریہ ہے کہ ستائیسویں رجب کی یہ معراج ایک طرح سے دیکھیں تو یہ معراج محمدی ﷺ کے طفیل میں انسانیت کی معراج ہے کیونکہ حضور ﷺ کے عرش پر تشریف لے جانا کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں تھی آپ تو اپنے نورانی پیکر میں ہزارہا برس تک عالم بالا میں جلوہ گر رہ چکے ہیں اور عالم بالا تو حضور کا اصلی وطن ہی ہے۔ اس لئے حضور ﷺ بارہا عرش مجید آتے جاتے ہی رہے ہیں مگر اس معراج سے قبل جب بھی آپ عرش مجید تک تشریف لے گئے تو نوری لباس اور نورانی پیکر میں تشریف لے گئے لیکن ستائیسویں رجب کی معراج میں بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ جامعہ بشری و پیکر وانسانی میں فرش زمین سے عرش بریں پر تشریف لے گئے تاکہ آپ کے طفیل میں انسانیت کی معراج ہو جائے اور یہ کہا جائے کہ اس دنیا میں ایسا بھی انسان ہوا ہے جو دم زدن میں فرش سے عرش تک گیا اور پھر واپس آگیا۔ اللہ اکبر۔ یہ معراج محمدی ﷺ کا طفیل ہے کہ ہر انسان فخر کے ساتھ یہ کہے گا کہ ہماری نوع انسانی کا ایک فرد عظیم المرتبت ہوا ہے جو عالم بالا کی رفعتوں کو پار کرتا ہوا عرش مجید تک

پہنچ گیا۔ حضرات اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جب کسی قوم کا کوئی شخص بڑے مرتبہ پہ پہنچ جاتا ہے، تو وہ ساری قوم کے لئے باعث فخر ہوتا ہے، دیکھئے اگر کسی برادری کا کوئی شخص وزیر اعظم یا چیف جسٹس سپریم کورٹ یا صدر جمہوریہ بن جائے تو اس کی پوری برادری کا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے، پھر اسی طرح سمجھ لیجئے کہ جب حضور ﷺ انسانی شکل وصورت میں فرش سے عرش تک تشریف لے گئے تو یہ تمام انسانی برادری کیلئے بہت ہی بڑا قابل فخر اعزاز وشرف ہو گیا ہے۔ اس طرح گویا پوری انسانی برادری کی معراج ہو گئی۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ستائیسویں رجب کی معراج محمدی ﷺ سے پوری انسانیت کی معراج ہو گئی۔

برادران اسلام!

معراج مصطفےٰ ﷺ ایک ایسی درخشندہ و تابناک حقیقت ہے کہ عقل و فلسفہ بھی اس حقانیت کے اعتراف سے مجبور ہے اور قرآن مجید کی آیات بینات اور احادیث صحیہ کی تجلیات نصف انہار کی طرح یہ مسئلہ نور علی نور ہے۔ چنانچہ انہیں آیات وبینات میں سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت کریمہ بھی ہے جو میں نے خطبے کے بعد تلاوت کی ہے، اس آیت میں خداوند قدوس نے معراج حبیب ﷺ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "سبحان الذی اسرا بعبدہ"

ناضرین محترم! پہلے اس آیت کریمہ کا ترجمہ سن لیں پھر انشاءاللہ تعالٰی میں اس کی تفسیر کے بعض گوشوں پر بھی روشنی ڈالوں گا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ارد گرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ بہت زیادہ سننے والا اور جاننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

حضرات گرامی!

اس آیت میں سب سے پہلے لفظ اسریٰ پر غور فرمائیں کہ خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ معراج میں حضور سرور عالم ﷺ خود تشریف نہیں لے گئے بلکہ خداوند تعالیٰ ان کو لے گئے۔

حضرات! خدا کے یہاں کسی کا خود جانا یہ اور بات ہے اور خدا اگر کسی کو اپنے دربار میں خود لیجائے، یہ اور بات ہے، کہاں خود گئے اور کہاں خدا لے گیا؟ ان دونوں میں بڑا فرق ہے، جامی حضرتؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

زسر سینہ اش جامیؔ الم نشرح لک بر خواں
ز معرا جش چہ می پرسی کہ سبحن الذی اسریٰ

یعنی حضرت موسیٰؑ وادی ایمن میں خود سے اپنے رب کے دیدار کیلئے گئے اور محبوب خدا کو عرش پر اپنا جلوہ دکھانے کے لئے خود خداوند قدوس لے گیا۔ تو کہاں وادی ایمن کی معراج موسیٰؑ نے دیدار کی درخواست پیش کی تو یہ جواب ملتا ہے "لن ترانی" یعنی تمہاری آنکھوں میں ہمارے جمال باکمال کے دیدار کی تاب و طاقت ہی نہیں ہے۔ اس لئے تم ہرگز ہمیں نہیں دیکھ سکتے۔ مگر جب صاحب لولاک سیار افلاک ﷺ عرش پر مہمان بنا کر بلائے گئے اور سر

اوقات جاہ وجلال سے لم یزل ولا یزل کے جمال کی تجلیات دیکھ کر قدم آگے بڑھنے سے رک گئے۔ تو خداوند قدوس نے خود پکارا کہ اذن یا احمد، اذن یا محمد ﷺ یعنی قریب آجاؤ۔ اے محمد ﷺ قریب آجاؤ اے احمد۔ اللہ اکبر۔ کہاں جواب لن ترانی اور کہاں ندائے ربانی؟ اعلیٰحضرت قبلہ نے قصیدہ معراجیہ میں اس موقعہ پر خوب فرمایا:

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

برادران اسلام!

اس آیت کریمہ میں بڑا ہی وجد آفرین نکتہ بھی سنئے۔

رب العزت نے اس آیت کریمہ میں اپنے حبیب ﷺ کو بعبدہ سے تعبیر فرمایا۔ یہاں برسولہ یا حبیبہ یا نبیہ نہیں فرمایا یعنی یوں نہیں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنے رسول یا نبی یا حبیب کو معراج لے گیا بلکہ یوں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندے خاص کو معراج میں لے گیا۔ اس طرز بیان میں خداوند عالم نے اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے کہ معراج کا اعزاز جو میں نے اپنے حبیب کو عطا فرمایا یہ حبیب کی سب سے پہلی صفت یعنی صفت عبدیت کا انعام ہے، اب اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب محبوب کی سب سے پہلی صفت عبدیت کا انعام معراج ہے، تو پھر میرے حبیب کی دوسری بڑی بڑی صفات عالیہ یعنی نبوت رسالت، محبوبیت وغیرہ کے جلیل قدر انعاموں کا کیا عالم ہوگا۔

معزز حضرات! اس مثال کو یوں سمجھئے کہ کسی بادشاہ کا ایک وزیر ہے اور

یہ وزیر ایسا شخص ہے جو اپنے گاؤں کا چوہدری بھی ہے اور اپنے صوبے کی یونیورسٹی کا چانسلر بھی ہے اور پورے ملک کا وزیر اعظم بھی ہے اب بادشاہ اس قزیر اعظم کے اعلیٰ کارناموں پر انعام کا اعلان کرنے والا ہے، چنانچہ بادشاہ اعلان کرتا ہے کہ میں نے اپنے وزیر اعظم کو اپنے گاؤں کا اچھا چوہدری ہونے کی حیثیت سے ایک لاکھ روپے انعام دیا، تو بادشاہ کے اتنے ہی اعلان سے ہر شخص یہ سمجھ لے گا کہ جب چوہدری ہونے کی حیثیت سے اتنا بڑا انعام ملا ہے، تو ظاہر ہے کہ یونیورسٹی کا چانسلر ہونے کی حیثیت سے اس کا کتنا بڑا انعام ملے گا۔ اور پھر وزیر اعظم ہونے کی حیثیت سے یہ کیسے کیسے عظیم وگراں قدر انعام کا مستحق ہو گا۔

تو حضرات گرامی!

بلاشبہ اسی طرح اسرا بعبدہ کو سننے کے بعد اہل علم پر روشن ہو جائے گا کہ جب رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو عبد یعنی صرف اپنا بندہ ہونے کی حیثیت سے معراج جیسا عظیم الشان انعام عطا فرمایا، تو پھر نبی اللہ اور رسول اللہ اور حبیب اللہ ہونے کی حیثیت سے رب العزت العالمین اپنے پیارے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے کیسے نامی گرامی انعام واکرام کی نوازشوں سے سرفراز فرمائے گا۔

برادران ملت!

عبدیت ایک ایسی صفت ہے کہ ہر مخلوق میں یہ صفت موجود ہے کون ہے جو خدا کا بندہ نہیں۔ قرآن مجید میں اس کو اسطرح فرمایا:

ترجمہ: یعنی زمین وآسمان کی تمام کائنات خدا کی عبد ہے۔

یعنی بندہ ہے۔ مگر یہی صفت ''عبدیت'' جب محبوب خدا کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے تو جس طرح صاحب جمال و کمال نبی بے مثال کی تمام صفات بے مثل و بے مثال ہیں اسی طرح ان کی یہ صفت عبدیت بھی ایسی بے مثل و بے مثال ہو جاتی ہے کہ آپ کی صرف اس ایک صفت کا انعام معراج ہے۔

برادران ملت! معراج شریف ایک جامع موضوع ہے کہ اگر اس کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالی جائے تو اس کیلئے ہفتوں بلکہ مہینوں کا وقت درکار ہے مگر آج کی اس مجلس میں معراج کے صرف تین سوالوں پر نہایت مختصر گفتگو کروں گا اور پھر آخر میں حدیث معراج کا ترجمہ سنا کر آپ سے رخصت ہو جاؤں گا۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ معراج کہاں سے کہاں تک ہوئی۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ معراج کس لئے ہوئی۔

حضرات! یہ بحث کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی، اس کے بارے میں مفسرین نے بڑی جامع اور حقیقت افروز بحثیں کی ہیں مگر ان کو پیش کرنے کیلئے نہ تو وقت ہی میں گنجائش ہے اور نہ یہ مجمع اس کیلئے مناسب ہے۔ اس لئے میں تمام دلائل کو چھوڑ کر اس وقت صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو جسم و روح کے ساتھ عالم بیداری میں معراج ہوئی۔ اور میں اس مسئلہ پر صرف ایک روایت پیش کر دینا چاہتا ہوں جو انشاء اللہ تعالیٰ طالب حق کیلئے کافی ہے۔

برادران ملت!

یہ تو مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ شب معراج کی صبح کو حضور ﷺ نے سفر معراج کا حال بیان فرمایا تو کفار میں ایک ہلچل مچ گئی اور آپ ﷺ نے ابھی اتنا ہی فرمایا تھا کہ میں رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گیا کہ کفار پاگل اونٹوں کی طرح بد کنے لگے اور چلا چلا کر تکزیب کرنے لگے۔ کوئی بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے لگا، کسی نے ملک شام سے آنے والے قافلے کا حال دریافت کیا ،کوئی راستہ کی منزل کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگا، مذاق اڑانے لگے، کچھ لوگ چلا چلا کر یہ کہنے لگے کہ معراج کا دعویٰ غلط ہے اس سے بڑا جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ غرض کہ ہر طرف ایک شور غوغا کا طوفان برپا تھا۔ حد ہو گئی کہ ابو جہل حضرت صدیق اکبرؓ سے کہنے لگا کہ اے ابو بکر آج تمہارے پیغمبر نے یہ کہا ہے کہ وہ رات کی چند ساعتوں میں بیت المقدس جا کر واپس آگئے، کیا بھلا یہ ممکن ہے ایک ماہ کا راستہ چند منٹوں میں کوئی طے کر لے؟ یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے، اس کی تمام باتیں حضرت صدیق اکبرؓ نے سنی اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ فرمایا اے ابو جہل! اگر میرے رسول نے یہ فرمایا ہے کہ تو میں دل سے اس کی تصدیق کرتا ہوں اور زبان سے شہادت دیتا ہوں کہ ان کی ہر بات سچی ہے لہذا ان کی معراج بھی حق۔ چنانچہ اس موقعہ آسمان سے آپ کیلئے صدیق اکبر کا خطاب نازل ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ معراج کا کافروں نے انتہائی شدمد کے ساتھ انکار کیا، جھٹلایا، اس کا مذاق اڑیا۔ اس پر دلیلیں طلب کیں، ان پورے پورے حالات وواقعات پر نظر ڈالنے سے آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے یہی اعلان فرمایا تھا، کہ بیداری کی حالت میں اپنے جسم کے ساتھ معراج میں گیا تھا ورنہ کھلی ہوئی

بات ہے کہ اگر معراج صرف ایک خواب کی بات ہوتی تو ہرگز ہرگز کفار اس کا نہ انکار کرتے نہ مذاق اڑاتے کیونکہ دنیا میں لوگ بڑے بڑے عجیب و غریب خواب دیکھا کرتے ہیں اور بر ملا بیان بھی کرتے ہیں۔ مگر کوئی بھی نہ خواب جھٹلاتا ہے نہ اس کا مذاق اڑاتا ہے اور نہ اس پر دلیل طلب کرتا۔ لہذا میرے نزدیک معراج جسمانی بحالت بیداری کو ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کفار نے انتہائی شدت کی ساتھ اس کو جھٹلایا یا انکار کیا، مذاق اڑیا اور دلیل طلب کی اس لئے اہل سنت و جماعت کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ معراج بحالت بیداری جسم اور روح کے ساتھ ہوئی، چنانچہ ملا جیوں نے احمدؒ نے اپنی تفسیرات احمدیہ میں فرمایا کہ یعنی جو شخص یہ کہے کہ معراج صرف روح کو حاصل ہوئی، یا فقط خواب میں معراج ہوئی تو وہ شخص بدعتی، گمراہ اور گمراہ کن اور فاسق ہے۔

حضرات ! معراج جسمانی کے منکرین اکثر حضرت عائشہؓ کا قول پیش کرتے ہیں کہ وہ معراج روحانی کی قائل تھیں۔ مگر محققین کے نزدیک ان کا یہ قول اس لئے قابل اعتبار نہیں کہ حضرت عائشہؓ معراج کے وقت بہت ہی کمسن تھیں اور حضور ﷺ کے نکاح میں بھی نہیں آئی تھیں (مساوی ج ۲ ص ۲۳۵)

بہر حال عزیزان ملت ! اس روایت سے روز روشن کی طرح واضع ہو گیا ہے کہ معراج بحالت بیداری ہوئی اور حضور ﷺ اپنے جسم و روح کے ساتھ معراج میں تشریف لے گئے۔

برادران ملت !

اب رہا دوسرا سوال، کہ معراج کہاں سے کہاں تک ہوئی اور اس کی اعتقادی حیثیت کیا ہے تو اس بارے میں اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ معراج میں مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے آسمانوں کے اوپر بالائے عرش مجید جہاں تک رب العالمین نے چاہا، محبوب خدا نے سیر فرمائی۔ اور معراج کی اعتقادی حیثیت کے بارے عام طور پر مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک کی معراج کا ثبوت قرآن مجید میں ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے اور حدیث مشہور سے بھی ثابت ہے کہ اس کا منکر بد عتی و گمراہ ہے اور آسمان اول سے بالائے عرش تک کی معراج خبر واحد سے ظاہت ہے اور اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے (تفسیر احمدیہ ص ۳۲۸)

مگر محققین علماء کرام کا قول یہ ہے کہ مسجد حرام سے سدرہ المنتہیٰ تک کی معراج کا ثبوت بھی قرآن مجید میں ہے چنانچہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت "سبحان الذی اسرا" سے جس طرح مسجد اقصیٰ تک کا ثبوت بالکل واضع ہے۔ اسی طرح سورہ نجم کی آیات کریمہ سے آپ کا سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے جانا بھی بالکل ظاہر ہے۔ دیکھ لیجئے سورہ نجم میں ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: یعنی انہیں تعلیم دی سخت قوتوں والے طاقتور نے پھر اس جلوے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔ (ترجمہ رضویہ)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی یعنی دل نے جھوٹ نہیں کہا

جو دیکھا تو کیا تم ان سے کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبار دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اور اس کے پاس جنۃ الماویٰ ہے (ترجمہ رضویہ)

برادران ملت!

سورہ نجم کی ان آیات میں مفسرین کرام کے دو قول ہیں۔ پہلا قول ہی ہے کہ آیت میں شدید القویٰ سے مراد باری تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے باری تعالیٰ کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ شدید القویٰ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ اسلام ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ اسلام کو دیکھا، بہر حال ان آیتوں سے اتنا تو یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ سدرہ المنتہیٰ اور جنۃ الماویٰ تک پہنچے اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنۃ الماویٰ ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ الحاصل سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کی آیتوں کے پڑھنے سے آفتاب عالم تاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے کہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ اور جنت الماویٰ تک معراج کا ثبوت قرآن مجید ہی سے ثابت ہے چنانچہ ملا احمد جیون علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے۔

ترجمہ: یعنی حق یہ ہے کہ بیعت المقدس سے اوپر کی معراج بھی قرآن مجید سے ثابت ہے اور سورہ نجم کی آیات اس کی دلیل ہے۔

برادران محترم!

اب رہ جاتا ہے تیسرا سوال، کہ معراج کس لئے ہوئی، تو اس کا جواب اسی آیت میں موجود ہے کہ "لنریہ من ایاتنا" یعنی ہم نے اپنے حبیب علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو معراج میں اس لئے بلایا تا کہ ہم ان کو اپنی قدرت اور ربوبیت اپنی حکمت غرض اپنی تمام صفات کی آیات بینات اور عالم ملک وملکوت کی تمام کائنات کا مشاہدہ کرائیں۔

حضرات! خداوند قدوس کی نشانیاں دو قسم کی ہیں، ایک آیات صغریٰ یعنی چھوٹی نشانیاں، اور دوسری آیات آیات کبریٰ یعنی بڑی بڑی نشانیاں۔ سورہ نجم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "لقد رای من ایات ربه الکبری" یعنی محبوب اکرم ﷺ نے معراج اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی نشانیاں تو بہت سے خواص اولیاوانبیاء علیہ اسلام کو دکھائی گئیں مگر آیات کبریٰ یعنی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھ لینا یہ صرف نبی آخر الزماں ﷺ ہی کا حصہ تھا جن کو دکھانے کیلئے رب العرش نے آپ کو معراج میں بلایا۔ اب رہا سوال کہ کن آیات کبریٰ کا رب العزت نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشاہدہ کرایا۔ اور کون کون سی بڑی بڑی نشانیوں کو حبیب خدا نے دیکھا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا علم اللہ اور رسول کے سوا کسی کو نہیں اس کو تو بس دکھانے والا ہی جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا دکھایا اور دیکھنے والے ہی جانتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا دیکھا۔

بزرگو اور بھائیو! آپ اس کو یوں سمجھیں کہ دنیا میں اگر کوئی مہمان کہیں بلایا جاتا ہے تو قاعدہ ہے کہ جس حیثیت کا مہمان اور مہمان نواز ہوتا ہے، اس حیثیت سے ہی مہمانداری اور مہمان نوازی ہوا کرتی ہے۔ پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ میزبان اپنے مہمان کو اپنے شہر کی انوکھی اور عجیب عجیب چیزیں دکھایا کرتا ہے بس اسطرح آپ سمجھ لیں کہ جب رب العالمین نے اپنے محبوب رحمۃ اللعالمین

کو اپنا مہمان بنا کر معراج میں بلایا تو ظاہر ہے کہ جس شان کا مہمان اور جس شان کا میزبان ہے اسی شان کی مہمان نوازی بھی ہوئی ہو گی اور اسی لحاظ سے مہمان کو عجائب قدرت و غرائب حکمت اور آیات کبریٰ کا مشاہدہ بھی کرایا ہو گا۔ اب دیکھ لیجئے کہ مہمان رحمۃ للعالمین ہیں اور میزبان رب العالمین۔ تو پھر سمجھ لیں کہ کتنی شان دار مہمان نوازی ہوئی ہو گی اور کیا کیا انہیں دکھا گیا ہو گا، مگر مشکل تو یہی ہے کہ سمجھے تو کون سمجھے۔ اور کیا سمجھے، بتائے تو کون بتائے، یہاں تو وہی معاملہ ہے کہ اعلحضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے:

اٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے
سراغ این و متٰی کہاں تھا؟ نشان کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

برادران ملت!

شب معراج دربار خداوندی میں عرش مجید کے مہمان کی کیسی کیسی مہمان نوازیاں ہوئیں اور رب العرش نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسی کیسی عظمتوں عزتوں کی سربلندیوں سے سرفراز فرمایا، تو حقیقت تو یہ ہے کہ ہم انسانوں کو اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔

دوستوں اور بزرگو! ہم کیا چیز ہیں، خود عرش بریں کو خبر نہیں کہ بلائے عرش کیا ہوا، اللہ اکبر، سچ فرمایا قبلہ اعلیٰحضرت نے:

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
عرش پہ جاکے مرغ عقل تھک کے گرا غش آگیا
اور ابھی منزلوں پر ہے پہلا ہی آستان ہے

مگر بہر حال مہمان معراج کی چند مہمان نوازیاں کے چند جلوے آپ کو بھی دکھاتا ہوں اگرچہ الفاظ کی تاب وطاقت نہیں ہے کہ کما حقہ، اس کی تصویر کشش کر سکے، سنئے روایت ہے کہ جب سراوقات جاہ وجلال کو طے فرما کر مہمان معراج ﷺ مقام قاب دقوسین اوادنیٰ کی منزل بلند پر تشریف فرما ہوئے، اور بارگاہ رب العزت میں انتہائی قرب کے شرف سے سرفراز ہوئے تو دربار خداوندی میں آداب کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا" التحیات لله والصلوٰت الطیبات" یعنی ہماری قولی، فعلی، مالی تمام عبادتیں صرف اللہ کیلئے ہیں، اس کے جواب میں مالک عرش مجید نے تحفہ سلام پیش فرما کر مہمان معراج ﷺ کا استقبال فرمایا کہ" اسلام علیك ایها النبی ورحمة الله بر کاته" یعنی اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، جب خداوند عالم نے اپنے حبیب کو سلام کیا، تو عرش اعظم کی مہمان نے سلام خداوندی کا اس طرح جواب دیا کہ" اسلام علینا و علی عباد لله الصالحین" یعنی اے رب باری تعالیٰ، ہم پر بھی سلام ہو اور تیرے نیک بندوں پر بھی، پھر عالم بالا کے

فرشتوں نے یہ نعرہ لگایا" اشهدان لا اله الا الله و اشهدان محمد عبده و رسوله "سبحان اللہ۔

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خسروری تھے
سلام ورحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پرنور میں پڑے تھے

برادران ملت!

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اس سلام وجواب کے بعد (ترجمہ) یعنی خداوند قدوس نے اپنے حبیب سے نوے ہزار حکایتیں بیان فرمائیں، جن میں سے کچھ اسرار تھے، کچھ خبریں تھیں اور چکھ احکام تھے۔ (تفسیر احمدیہ ص ۳۳۰)

بزرگو اور بھائیو! یہی وہ حکایات وکلمات ربانیہ ہیں جن کو سورہ نجم میں فرمایا "فا اوحیٰ الیٰ عبد ہ ما اوحی" یعنی جو کچھ اپنے بندے کی طرف وحی کرنی وہ خداوند عالم نے وحی کر دی۔ غور کیجئے کہ اس کلام میں کس قدر ابہام و اختصار ہے، محبوب ومحبّ میں کیا کیا گفتگو ہوئی اور رب العزت نے اپنے مکرم مہمان کو کن کن کلاموں سے نوازا اس کی کوئی تفصیل خداوند کریم نے بیان نہیں فرمائی بلکہ صرف اتنا بیان فرمادیا کہ جو کچھ کہنا تھا اپنے محبوب سے کہہ دیا۔ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس ابہام میں اس طرف اشارہ ہے کہ باری تعالیٰ نے ایسی ایسی عظیم الشان باتیں اپنے محبوب سے فرمائیں، نہ تو الفاظ ان کے متحمل ہیں اور نہ ہی مخلوقات میں کوئی ایسا ہے جو ان باتوں کو سمجھ سکے (صاوی ،ج ۱، ص ۲۳۸)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ :

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ وحی فرمائی کہ اے محمد ﷺ میں ہوں اور تو ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب میں نے پیدا کیا ہے، تو جواب میں مہمان نے عرض کی کہ:

ترجمہ: کہ اے پروردگار، میں ہوں اور تو ہے اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا۔ (تفسیر احمدیہ ص ۲۲۹)

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شب معراج کو جو کچھ وحی کی گئی ان مین سے تین چیزیں بھی ہیں، ایک نماز کی فرضیت، دوسرا سورہ بقرہ کی آخری آیتیں، تیسرے یہ کہ امت محمدیہ ﷺ کے تمام گناہ شرک کے سوا بخش دیئے جائیں گے۔ (حاشیہ جلالین بحوالہ لمعات ص ۲۲۷)

میرے بزرگو اور دوستو! سبحان اللہ، مہمان عرش عظیم کی مہمانی کا کیا کہنا، خداوند قدوس نے سلام کے بعد رحمتوں اور برکتوں کی نچھاور فرمائی۔ پھر نوے ہزار حکایتیں سنا کر محبوب کی وابستگی فرمائی۔ جن حکایتوں میں اسرار و اخبار اور احکام شریعت کے خزانے بھرے ہوئے تھے۔ اس طرح فضل ربانی سے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ خزائین علوم و عرفان کا سفینہ بن گیا، پھر اس پر بس نہیں۔ بلکہ آسمانوں اور زمینوں کی تمام کائنات کا علم عطا فرما کر آپ کو اعلم الخلق بنا دیا۔

حضرات! یہ میری لفاظی نہیں بلکہ مستند حدیثوں کا عطر ہے جو میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ سن لیجئے، ایک حدیث شریف پڑھ دیتا ہوں۔ صاحب معراج ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ : یعنی میں نے اپنے رب تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا، اس نے مجھ سے فرمایا کہ اے محبوب اوپر والی جماعت یعنی فرشتے کس چیز کے بارے میں بحث کرر ہے ہیں تو میں نے عرض کیا الٰہی تو ہی اس کو بہتر جانتا ہے۔ پھر خداوند قدوس نے اپنی فیض رسانی کی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان پائی، تو مجھے ان تمام چیزوں کا علم حاصل ہو گیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۷۰)

سبحان اللہ، دیکھا آپ نے یہ ہے مہمان معراج کی ضیافت و مہمان نوازی کی شان، کہ مالک عرش مجید نے اپنی رحمت و شفقت کی ہتھیلی کو محبوب کے شانوں پر رکھ کر اپنی لامحدود نوازشوں سے اپنے محبوب کو نوازہ اور اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینے کو تمام کائنات آسمانوں وزمین کے علوم کا خزانہ بنادیا۔

برادران گرامی!

صاحب مرقات نے اس حدیث شریف کی شرح میں بڑی نفیس بات لکھی ہے جو سننے کے قابل ہے وہ فرماتے ہیں کہ دونوں شانوں کے درمیان ہتھیلی رکھنا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خداوند عالم کا فضل عظیم اور فیضان عمیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بہت ہی زیادہ ہے۔ کیونکہ جو شخص کسی پر بہت زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ تو اس کے دونوں شانوں کے درمیان ہتھیلی رکھ دیتا ہے تاکہ سب لوگوں کو متنبہ کردے کہ یہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ مہربانی و لائق اکرام ہے۔

حضرات گرامی!

معراج کے تحفوں کا ذکر آگیا ہے تو یہ بھی سن لیں کہ نماز پنجگانہ بھی انہیں تحائف میں سے ہے جو مالک عرش نے مہمان عرش کی مہمان نوازی میں عطا فرمایا، یہ اتنا عظیم الشان تحفہ ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں کہ "الصلوٰۃ معرج المومنین" یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

برادران اسلام!

نماز مومنوں کی معراج ہے تو کس طرح، کبھی آپ نے اس پر غور کیا۔ دیکھئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان یہ تھی کہ ہر وقت قرب خداوندی حاصل تھا۔ مگر سب سے زیادہ قرب خداوندی معراج میں حاصل ہوا۔ تو چونکہ مومنین کو سب سے زیادہ قرب خداوندی نماز میں حاصل ہوتا ہے اس لئے نماز مومنوں کی معراج ہوئی۔ معراج عرش تو رسول اللہ ﷺ کی شان کے لائق ہے اس لئے انہیں معراج عرش بریں عطا کی گئی اور حضور کے غلاموں کے شان کے لائق یہی معراج تھی کہ انہیں خداوند قدوس کی نزدیکی حاصل ہو جائے چنانچہ انہین نمازمیں یہ معراج زمین پر عطا کی گئی۔ ادر یہ تو آپ نے بارہا سنا ہو گا کہ پہلے پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے مشورے سے بار بار مہمان عرش نے بارگاہ رب العزت میں تخفیف کی التجا کی۔ یو کم ہوتے ہوتے پانچ وقت کی نماز رہ گئی، مگر خداوند قدوس نے فرمایا کہ حبیب ﷺ یہ پانچ وقت کی نمازیں پچاس وقت ہی کی نمازیں ہیں۔ کیونکہ میں آپ کی امت کو پانچ وقت کی نمازوں پر پچاس وقت کی نمازوں کا ثواب دوں گا۔

بہر کیف برادران ملت! میں عرض کر رہا تھا کہ معراج کس لئے

ہوئی، خداوند کریم نے معراج کی حکمت خود ہی بیان فرمائی" لنوریدہ من ایاتنا" یعنی معراج اس لئے ہوئی تا کہ رب العرش مہمان عرش کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے اور یہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ سورہ نجم میں ارشاد ربانی ہے کہ ان آیات سے مراد آیات کبریٰ یعنی بڑی نشانیاں ہیں، لہذا میں جانتا ہوں کہ اس مجلس میں چندان بڑی نشانیوں کا بھی ذکر سنادوں جن کا معراج میں عرش کو مشاہدہ کرایا گیا۔

برادرانِ ملت!

سب سے بڑا انعام ربانی اور اعلیٰ نشانی تو یہی ہے کہ رب العزت نے مہمان معراج کو اپنے دیدار پر انوار کی دولت سے مالا مال فرمادیا، اور اس طرح کہ" ما ذاع البصر وما طغی" یعنی نہ آنکھ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی، اور آپ نے اپنی آنکھوں سے رب کریم کا دیدار کرلیا، چنانچہ ایک حدیث میں خود ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: یعنی میرے رب نے مجھ سے کلام فرمایا اور میں نے اپنے پروردگار کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا اور اس نے میری طرف وحی فرمائی (صاوی ص ۳۲۸)

کسی نے خوب کہا ہے کہ:

خدا کو کسی نے نہ آنکھوں سے دیکھا
مگر جا کے خیر البشر دیکھ آئے

حضرت موسیٰ علیہ اسلام سے اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی دور سے کلام

فرمایا اور حبیب علیہ اسلام کو انتہائی قرب عطا فرما کر بلمشافہ کلام فرمایا پھر بھی حضرت موسیٰ علیہ اسلام تجلی دیکھ کر استغراق کی حالت میں زمین پر لیٹ گئے اور احمد مجتبےٰ ﷺ کی ذہن میں کوئی کجی بھی پیدا نہیں ہوئی۔

معزز حضرات!

میں عرض کر رہا تھا کہ حضور انور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار اپنے سر کی آنکھوں سے فرمایا۔ چنانچہ حضرت امام اشعری رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت کا یہی قول ہے کہ:

ترجمہ: یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

اور حضرت امام نووی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

اکثر علمائے ربانی کے نزدیک یہی قریب ہے (زرقانی، ج ۶، ص ۱۰۶)

برادران ملت!

پیارے مصطفےٰ ﷺ نے دیدار الٰہی کے سوا سدرۃ المنتہیٰ عرش و کرسی، لوح، قلم، جنت، دوزخ وغیرہ کے تمام عجائبات و غرائب کا معائنہ فرمایا۔ جو سب ایات کبریٰ اور بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ آپ نے داروغہ جنت حضرت رضوان اور دروغہ دوزخ حضرت مالک علیہ وسلم سے بھی ملاقات فرمائی اور جنت و جہنم کی نعمتوں اور عذاب مناظر بھی دیکھے، جہنم میں یہ دیکھا کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور دوسرے خاص خاص مجرموں کو بھی عذاب میں مبتلا دیکھا۔ مثلاً ایک قوم کو دیکھا کہ فرشتے پتھر کی چٹانوں سے ان کے سر کچل دیتے

ہیں اور پھر ان کے سر بدستور درست ہو جاتے ہیں۔ حضرت جبریل آمین نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نمازوں سے ان کے سر بوجھل ہوا کرتے تھے یہ لوگ نماز نہیں پڑھتے تھے ایک جماعت کو دیکھا کہ کانٹوں والی گاس اور تھوہر کے درخت کے پتے کھاتے دیکھا کہ جوان کے حلقوں میں پھنستا ہے کہ یہ وہ تھے جو زکوۃ ادا نہیں کرتے تھے ،ایک گروہ کو دیکھا کہ قینچیوں سے ان کی زبان اور ہونٹ فرشتے بار بار کاٹ رہے ہیں، حضرت جبریل علیہ اسلام نے فرمایا۔

ترجمہ : یہ وہ واعظین یعنی خطیب ہیں جو اپنے واعظوں سے امت میں فتنہ پھیلاتے تھے، ایک جماعت کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑے بڑے گنبدوں کی طرح ہیں اور ان میں سانپ بھرے ہوئے ہیں اور وہ جب اٹھتے ہیں تو گر پڑتے ہیں، حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔ (زرقانی ،ج ٦، ص ۴۲۰۔وصاح ستہ شریف)

اس طرح جب جنت کی سیر فرمائی تو اپنے بعض غلاموں کو بہشت میں دیکھا اور امتیوں کے جنتی محلات کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو چوبدار کی طرح جنت میں اپنے آگے آگے چلتے دیکھا، اور حضرت ابو طلحہؓ کی بیوی حضرت رمیاؓ کو بھی آپ نے جنت میں نعمتوں سے سرفراز دیکھا۔ اسی طرح اپنے دوسرے غلاموں کے بہشتی محلات کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک محل جنت میں دیکھا جو اپنی خوبصورتی و نفاست کے لحاظ سے بہت ہی امتیازی شان رکھتا تھا، جناب سہل صاحب اس کی تصویر کشی کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں :

بڑھے آگے تو وسط ساخت فردوس میں دیکھا

یہ بلند پر شکوہ و دل کشا اک قصر لاثانی
یہ ایوان دیکھتے ہی آپ نے حیرت سے فرمایا
ہے کس کے واسطے یہ اہتمام جلوہ سامانی
فرشتوں نے کہا فاروق کی دولت سرا ہے یہ
یہ قصر اس کا ہے طالب جس کے ہیں محبوب یزانی
شہید اور منصب صدیقیت کے اولین وارث
امیر اور مسند ختم الرسل کے جانشین ثانی

الغرض مہمان معراج جنتوں کی سیر فرماتے ہوئے اور عجائب قدرت کی آیات بینات کا نظارہ فرماتے ہوئے آگے بڑھے تو کیا دیکھا، اللہ اکبر، اللہ اکبر،

یہاں سے پھر بڑھے سرور تو وہ جلوے نظر آئے
کہ اجمالاً بھی کچھ لکھے تو اک دفتر ہو طولانی
غرض ملکوت کا ہر گوشہ چھانا تو جہاں پہنچے
نظر کے سامنے آتی گئیں آیات ربانی

برادران ملت!

یہی مطلب ہے " لنوریه من آیاتینا " کا یعنی ہم نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج میں اسی لئے بلایا تھا تاکہ وہ ہماری ان آیات کبریٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں،

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله

حضرات گرامی! اب اس آیت کریمہ کا آخری جملہ رہ گیا ہے اس کے

بارے میں بھی کچھ سن لیجئے، ارشاد ربانی ہے :

"انه هوا اسميع البصير"

یعنی بے شک وہ بہت زیادہ سننے والا اور بہت زیادہ دیکھنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین کرام کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ ضمیر کا مرجع باری تعالیٰ ہے۔ اس وقت یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ سننے والا اور زیادہ دیکھنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اب یہ آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ سننے والے اور دیکھنے ہیں (صاوی، ج ا، ص ۳۳۵)

برادران اسلام!

یہ تو سبھی کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور اس کی تمام صفتوں کی طرح اس کا سننا اور دیکھنا بھی ازلی، ابدی اور لا محدود ہے مگر دوسرے قول کی بنا پر جب یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو صفتیں قرار دی جائیں تو یہ ایسا ہوگا جس طرح خداوند قدوس نے اپنے دوسرے چند نام مثلاً رؤف ارحیم وغیرہ اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمائے اسی طرح سمیع و بصیر بھی اپنے دو مقدس ناموں کو اپنے حبیب پاک کو عطا فرمائے اور پھر سبحان اللہ، محبوب خدا ﷺ کے سننے اور دیکھنے کا کیا کہنا۔ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں یعنی اے دنیا والو میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ سن رہا ہوں جس کو تم لوگ نہیں سن سکتے۔ (یہ حدیث شریف ہے)

مسلمانو! یہ ایمان کی بات ہے اور ذرہ برابر بھی اس میں شبہ نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا تمام عالم سے بڑھکر ہے کیونکہ خداوند قدوس نے آپ کو **سمیع و بصیر** فرمایا۔

میرے بزرگو اور بھائیو! میں نے تمہید میں آپ کا بہت زیادہ وقت لے لیا، اب میں صرف حدیث معراج شریف سنا کر آپ سے رخصت ہوں گا، حضرات یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ معراج کے بارے میں حدیثوں کے ذخیروں کا یہ عالم ہے کہ واقعہ معراج کی روایتیں تقریباً پینتالیس صحابہ اکرامؓ سے مروی ہیں اور حدیث معراج کو ان تمام محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے جو بلاشبہ فن حدیث کے امام بلکہ یوں کہیے کہ آسمان علم الحدیث کے ایسے روشن ستارے ہیں جن سے قیامت تک علم و عمل کی دنیا روشن رہے گی ان روایات کا ایک جامع خلاصہ آپ کو سناتا ہوں اور امید کرتا ہو کہ انشاءاللہ تعالیٰ واقعات معراج کا ایک نہایت روشن نقشہ آپ کے ایمانی ذہنوں میں نقش ہو جائے گا، لہذا بغور سنئے۔

حدیث معراج :

معزز حضرات!

نبوت کا بارواں سال اور ماہ رجب کی ستائیسویں رات تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت ام ہانی بنت ابو طالب کے گھر میں بستر نبوت پر استراحت فرما رہے تھے، آنکھیں محو خواب تھیں مگر دل بیدار تھا۔ کہ ناگاہ جبریل امین بارگاہ رحمۃ اللعالمین میں حاضر ہوئے اور عالم قدس کی بزم نور میں شرکت

کیلئے رب العزت کا دعوت نامہ پیش کیا، چنانچہ مہمان عرش صریح ام ہانیؓ سے نکل کر حرم کعبہ میں تشریف لائے، حضرت سہیل لکھتے ہیں :

رجب کی بست و ہفتم بارہواں سال نبوت تھا
کہ بخشا خلوت آرائے ازل نے فخر مہمانی
صریح ام ہانی میں حضور آرام فرما تھے
در اقدس پہ قدسی ملک تھے محود ربانی
دو چشم نرگسیں بند لیکن چشم دل وا تھی
سرہانے طالع بیدار کرتا تھا نگہبانی
ادب سے آکر جبریل امین نے یہ گزارش کی
کریں سرکار بزم نور تک تشریف ارزانی

پھر جناب جبریل علیہ اسلام نے حضور کے سینہ مبارک کو چاک کر قلب منور کو آب زم زم سے دھویا اور حلم و علم اور یقین وایمان سے پر کر کے پھر قلب انور سینہ منور میں رکھ کر بند کر دیا اور حرم کعبہ سے روانہ ہوئے اور براق پر سوار ہو کر مہمان الٰہی سفر معراج کیلئے چل پڑے ،براق کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ جہاں نگاہ جاتی تھی اتنا لمبا اس کا ایک قدم تھا۔

سنی روح القدس سے جب طلب بزم حضور کی
اٹھے اور روی براقِ پاک پر واد سبک رانی
براق برق پیکر لے چلا یوں ذات انور کو
فضا میں تیز جائے جس طرح تجلی کی تابانی

حرم سے چل کر اول مسجد اقصیٰ میں منزل کی
وہاں سے جلوہ گاہ قدس تک جانے کی پھر ٹھانی

بیت المقدس پہنچ کر یہ دیکھا کہ انبیاء ورسولوں کی مقدس جماعت استقبال و خیر مقدم کیلئے حاضر ہوئے۔ امام المرسلین نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء ومرسلین نے مقتدی بن کر حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑی۔

اعلیٰحضرت قبلہ فرماتے ہیں :

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

نماز کے بعد جناب جبرئیل امین نے ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ پیش فرمایا۔ سرکار دو جہاں ﷺ نے دودھ کا برتن اٹھالیا۔ تو حضرت جبریلؑ نے فرمایا، حضور آپ نے دین اسلام کو پالیا اگر آپ شراب کا برتن لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے، ایک برتن میں پانی بھی تھا۔ اور حضرت جبریل امین نے فرمایا اگر آپ پانی کو پسند فرماتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی۔

برادران ملت !

یہاں سے آسمان دنیا کی طرف عروج فرمایا اور آن واحد میں پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ سے ملاقات ہوئی انہوں نے مرحبا ابن الصالح فرما کر استقبال فرمایا، اور دعائیں دیں۔ اسی طرح دوسرے آسمان میں حضرت عیسیٰؑ و حضرت یحییٰؑ سے اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے اور چوتھے آسمان پر حضرت حضرت

ادریسؑ ، پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ سے ملاقاتیں کیں۔ سب نے مرحبا کہہ کر خیر مقدم کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا کہ وہ بیت المعمور سے مسند لگا کر رونق افروز ہیں۔ آپ نے مرحبا اور دعا کے بعد فرمایا۔ اے پیارے نبی ﷺ آپ اپنی امت سے میرا اسلام و پیغام کہہ دیجئے کہ جنت کی بہت خوشبو دار اور پانی نہایت ہی شیریں ہے اور جنت کے درخت کے بہت سبحان اللہ والحمد اللہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ بیت المعمور کا یہ منظر دیکھا کہ روزانہ اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کو زندگی میں پھر دوبارہ حاضری کا موقعہ نہیں ملتا، بیت المعمور کی آیات کبریٰ کا معائنہ فرمانے کے بعد آپ نے سدرۃ المنتہٰی کے جمالستان کا نظارہ فرمایا اور یہ دیکھا کہ سونے کی بے شمار ٹڈیاں سدرۃ المنتہٰی کو ڈھانپے ہوئے ہیں۔ یہی وہ حسین منظر ہے جس کو قرآن مجید نے فرمایا ''اذیغش السدرۃ مایغشی'' یعنی جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ پھر آپ نے مقام '' مستویٰ'' میں عروج فرمایا جہاں قضا و قدر لکھنے والے فرشتوں کے قلموں کی آوازیں آپ کو سنائی دیں اس مقام پر آپ نے دیکھا کہ رف رف سواری کیلئے حاضر ہے۔ چنانچہ جب آپ نے رفرف پر سوار ہو کر عروج کا اردہ فرمایا تو کیا دیکھا کہ حضرت جبریلؑ سے جدا ہو رہے ہیں، اس وقت مہمان عرش نے حیران ہو کر فرمایا۔

''بدو گفت سالار بیت الحرام'' ترجمہ : کہ اے حامل وحی بر تر خرام۔

سردار بیت الحرام ﷺ نے حضرت جبریل امین سے فرمایا کہ اسے وحی کے لانے والے اوپر چلئے ؟ اے جبریل علیہ السلام جب دوستی میں آپ نے مجھے

مخلص پایا تو پھر میری ہمراہی سے آپ اعتراض کیوں کر رہے ہیں، جناب جبریل علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ یا رسول اللہ ﷺ اب اس سے اوپر چلنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ میں اب عاجز آ چکا ہوں۔ کیونکہ میرے بازوں کی طاقت اب دے چکی ہے یا رسول اللہ اب میں آپ کے ہمراہ ایسے مقام تک آ گیا ہوں کہ:

اگر یک سر موئے برتر پرم

فروغ تجلی بسوزد پرم

یعنی اگر میں ایک بال کی نوک کے برابر اس مقام سے اوپر پرواز کروں گا تو پھر خداوندی جاہ و جلال کی تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے۔

برادران ملت!

عرش الٰہی کے مہمان اب ایک ایسی منزل میں پہنچ گئے جس کو نہ منزل کہہ سکتے ہیں اور نہ مکان اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے، کہ آپ لامکاں میں تشریف لے جا رہے ہیں، جہاں نہ کسی کا وہم پہنچ سکتا ہے نہ گمان۔

عرش سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گمان سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کوئی بتائے کدھر گئے تھے

الغرض آپ رف رف پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور عالم ملک و ملکوت کی سیر فرما کر اب عالم عزت و جبروت کی منازل کو طے فرماتے ہوئے عروج فرما رہے ہیں روایت ہے کہ عالم تنہائی میں جب آپ جاہ و جلال کے پردوں سے گزر رہے تھے تو اس وقت ربانی جلال و جبروت کی ہیبتوں سے آپ پر کچھ خوف کی سی

کیفیت طاری ہوئی یار غار کی آواز سن کر آپ کو سکون قلب حاصل ہوا، یار غار حضرت ابو بکر صدیقؓ کی آواز آئی ”قف ان ربك یصلی“ یعنی ٹھہر جائے آپ کا رب آپ پر رحمت نازل فرمارہا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس فکر میں تھا کہ ابو بکرؓ کی آواز کہاں سے آرہی ہے، کہ اتنے میں رب اعلیٰ نے پکارا کہ اذن یا محمد اذن یا احمد ﷺ (زرقانی، ج ٦، ص ۹۳)

آخر چلتے چلتے رف رف بھی رک گیا، اور آپ مقام ”ونی فتند لی“ کی اور منزل ”قاب قوسین او ادنیٰ“ میں پہنچ کر بارگاہ سبوح وقدوس شرف یابی سے سرفراز ہوگئے۔

سواء لامکان تک رک گیا رفرف کہ اس کو بھی
کہاں اس خلوت وحدت میں اذن گرم جولانی
کسی نے لے لیا خود بڑھ کے آغوش میں
ہوا ملک قدم خلوت سرائے حسن امکانی

برادران ملت!

منزل قاب قوسین او ادنیٰ کی وہ بلند ترین منزل ہے جو صرف مہمان عرش ہی کو حاصل ہوئی، آپ کے سوا کسی نبی و رسول یا مقرب فرشتے کو بھی یہ رتبہ نصیب نہیں ہوا، حضرات قاب قوسین کی تفسیر میں حضرت امام مجاہدؒ نے ایک بڑی نفیس بات فرمائی ہے جس کو اکثر مفسرین نے بہت پسند فرمایا ہے۔ آپ بھی سن لیں، آپ فرماتے ہیں کہ:

قرآن کریم عرب کے محاورے پر نازل ہوا اور عربوں کا دستور تھا کہ

جب دو بادشاہ ایک دوسرے سے انتہائی محبت کا معاہدہ کرتے تھے تو دونوں اپنی کمانیں اور تیر لے کر میدان میں نکلتے تھے اور دونوں اپنی کمانوں کو ایک ساتھ ملا کر دونوں کمانوں سے ایک تیر چلایا کرتے تھے یہ اس بات کا اعلان ہوتا تھا کہ یہ دونوں بادشاہ ایک دوسرے کے ایسے محبّ اور دوست بن گئے ہین کہ جو ایک کا دوست ہوگا وہ ددسرے کا بھی دوست ہو گا اور جو ایک کا دشمن ہو گا وہ دوسرے کا بھی دشمن ہو گا، یہی اتحاد و محبت کا معاہدہ عرب میں قاب قوسین کہلاتا تھا چونکہ معراج میں بھی رب عرش کا اور مہمان عرش کا یہی معاہدہ تھا کہ اے محبوب! جو تمہارا دوست وہ ہمارا دوست اور جو تمہارا دشمن وہ ہمارا دشمن۔ جس سے آپ راضی اس سے ہم راضی، جس سے آپ ناراض اس سے ہم ناراض۔ اسلئے کہ اس معاہدہ کو عرب کے محاورے کے مطابق قرآن نے فرمایا۔

"فکان قاب قوسین او ادنٰی" یعنی محبوب و محبّ میں قاب قوسین کا معاہدہ ہوا۔ (جلالین، ص ۴۳۵)

الغرض مہمان عرش بارگاہ رب العزت میں میں بے شمار اعزاو اکرام اور قسم قسم کی لا تعداد نوازشوں سے سر فراز ہو کر پھر زمین پر تشریف لائے اور جب مطیع کعبہ میں کھڑے ہو کر صبح کو اپنے سفر کا ذکر فرمایا تو ابھی آپ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ رات کو میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک گیا کہ کفار چلا چلا کر انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ آپ رات بھر میں بیت المقدس تک جا کر واپس پلٹ آئیں چونکہ کفار نے مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ کی معراج کا انکار کیا تھا۔ اسلئے ان کے ذہن دوزی کیلئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ "پاک ہے

وہ ذات جس نے اپنے بندے کو راتو رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی''، سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت کریمہ ''سبحان الذی اسری''میں مسجد احرام سے مسجد اقصیٰ تک کی معراج کا ذکر ہے اور مسجد اقصیٰ سے اوپر کی معراج کا ذکر سورہ نجم میں ہے جس کا بیان آپ سن چکے ہیں، چونکہ معراج کی تصدیق سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کی اس لئے وہ صدیق اکبر کا خطاب ولقب سے سرفراز کئے گئے۔سبحان الله

بجز ذات مظہر یہ شرف کس کو ہوا حاصل

بجز صدیق اکبر یہ حقیقت کس نے پہچانی

الصلوٰۃ وسلام علیک یا رسول اللہ

و اخر و عوانا الحمد لله رب العالمین و صلی الله تعالیٰ اعلیٰ خیر خلقه محمد و اله و صحابه اجمعین.

وما علینا الا لبلاغ

مولفہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر صوفی محمد عظیم قادری چشتی سہروردی ابو العلائی جہانگیری شکوری سعیدی ناظم اعلیٰ انجمن اتحاد المسلمین دعوت محبت ویقین قادریہ عظیمیہ ہینسوالہ (رجسٹرڈ) تحصیل شکر گڑھ

خاک پائے مرشد

ـــــــــــ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مراۃالاولیاء



مغز قرآن روح ایمان و دین　　　　خاصان خدا خدا نباشد
ہست حب رحمت اللعالمین　　　　لیکن ز خدا جدا نبا شد

الحمد لولیه کما یحب و یرضo والصلوٰة والسلام علیٰ نبیه المرتضیo وعلیٰ اله و اصحابه اولیای لهدیo اما بعد فا عوذ بالله من الشیطا ن الرحیمoبسم الله الرحمن الرحیمoالا ان اولیا ء الله لا خوف علیهم ولا هم یحزنونoالذین امنو وکانو یتقون oلهم البشریٰ فی الحیوة الدنیا و فی الاخرهo لا تبدیل لکلمت اللهoذلك هوا الفوزالعظیمo(سورہ یونس)

برادران ملت! فرط محبت و جوش عقیدت کے ساتھ حضور رسالت مآب ﷺ پر بہ آواز بلند نذرانہ درود و سلام پیش کریں۔

الصلوٰة وسلام علیك یا رسول الله

وعلیٰ اله و ا صحابه یا حبیب الله

حضرات گرامی!

اس دنیا کا عجیب حال ہے ہر طرف ڈر ہی ڈر کا دور دورہ ہے، اونچے اونچے پہاڑ اگرچہ فخر کے ساتھ سینہ تانے کھڑے ہیں اور اپنی پائیداری اور سربلندی پر نازاں ہیں۔ مگر ہر وقت خوف دہشت سے لرزاں و ترساں ہیں اور ڈر رہے ہیں کہ کہیں کوئی سنگ تراش نہ آرہا ہو، ہرے بھرے تناور درخت اپنے پھولوں پھلوں کی رعنائیوں کے ساتھ اگرچہ بظاہر شاداب و شادمان نظر آرہے ہیں مگر ان کا پتہ پتہ اس خوف سے ہر وقت لرزہ براندام کہ کہیں کلہاڑی والا تو نہیں آرہا۔ زمین پر لہلاتی ہوئی گھاس ڈر رہی ہے کہ کہیں چار پیروں والا ادھر نہ آجائے، اور چار پیروں والا اس خوف سے بھاگا پھر رہا ہے کہ کہیں بسم اللہ اللہ اکبر والا نہ آرہا ہو۔ آفتاب عالم تاب اگرچہ پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا ہے مگر اس خوف سے چہرہ زرد ہو رہا ہے کہ کہیں گرہن نہ لگ جائے۔ ستارے مسکراتے ضرور ہیں مگر اس خوف سے کانپ رہے ہیں کہ کہیں صبح کا سفیدہ نمودار نہ ہو جائے اس طرح کمزور طاقتور سے ڈرتا ہے اور مزدور سرمایہ دار سے ڈرتا ہے، سرمایادار انکم ٹیکس آفیسر سے کانپ رہا ہے، مجرم پولیس سے تھر تھرا رہا ہے، غرض کہ اس دنیا میں جمادات ہوں یا نباتات، حیوان ہوں یا فضائی کائنات، عالم اسفل ہوں یا عالم اعلیٰ زمین سے آسمان تک ہر طرف خوف ہی خوف کا راج ہے اور ڈر ہی ڈر کا دور دورہ ہے، مگر حضرات گرامی! اس خوف اور ڈر سے بھری ہوئی دنیا میں اسی آسمان کے نیچے، اور اسی زمین کے اوپر خداوند قدوس کی ایک ایسی مخلوق بھی آباد ہے، جس کو سارے عالم میں کسی کا خوف اور ڈر نہیں۔ وہ ہر جگہ ہر دم ہر حال میں

سارے جہان سے بے خوف اور بے غم ہیں اور ساری خدائی سے بے ڈر ہیں، انہیں صرف خدائے تعالیٰ کا ڈر ہے، اور ساری خدائی ان سے ڈرتی ہے، یہ صرف خدائی ہی ڈرنے والی مخلوق کون ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ تو برادران ملت سنو! خداوند عالم کا ارشاد ہے:

"الا ان اولیاءَ الله لا خوف علیهم ولا هم یحذنون"

اس مخلوق کا نام اولیاء اللہ ہے، ان کی شان یہ ہے کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے نہ انہیں کسی چیز کا غم ہے۔

برادران ملت!

قرآن مجید کی اس آیت نے بتادیا کہ اولیاء پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ان کیلیئے کوئی غم۔ اس آیت کریمہ میں دو لفظ ہیں پہلا "خوف" اور دوسرا "حزن" اب خوف اور حزن کے معنی سمجھ لیں۔ دیکھئے زمانہ آئندہ میں کوئی چیز ایسی ہونے والی ہو جس سے انسان کے دل پر تکدر اور گھبراہٹ پیدا ہو جائے۔ اس کو عربی میں "خوف" کہتے ہیں اور اردو زبان میں ڈر کہا جاتا ہے اور گزشتہ زمانے میں کوئی ایسی چیز فوت یا ضائع ہو گی ہو جس سے انسان کے قلب پر رنج و تکدر ہے۔ اس کو عربی میں حزن کہتے ہیں جس کا اردو ترجمہ رنج و غم ہے۔ قرآن مجید نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اولیاء اللہ کو نہ آنے والے زمانے میں کسی چیز کا ڈر ہے نہ گزشتہ زمانے کا کوئی غم ہے وہ بے خوف بھی ہیں اور بے غم بھی ہیں۔ در اصل کیوں نہ ہو، سچ تو یہ ہے کہ جب اولیاء کو اللہ مل گیا اور یہ اللہ کے بندے اللہ والے ہو گئے، تو پھر انہیں خدائی بھر کے خوف و غم کی کیا پرواہ۔

برادران ملت!

اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ جو بندہ اللہ کی یاد میں محو ہو کر اللہ والا ہو گیا، وہ سارے جہان کے خوف و غم سے آزاد ہو گیا۔ خوب کہا ہے کسی نے :ــــ

آئی جو ان کی یاد تو آتی چلی گئی   ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

حضرات محترم!

اب اس مسئلے پر مجھے ذرا تفصیل سے روشنی ڈالنی ہے کہ آخر اولیاء کو دنیا میں کسی چیز کا خوف اور ڈر کیوں نہیں ہے۔ تو سنئے بات یہ ہے کہ خوف کیوں ہوا کرتا ہے اور کس کو ہوا کرتا ہے۔ یہ علم نفس کا مسئلہ ہے کہ خوف اور ڈر اس کو ہوتا ہے جو کمزور ہو۔ جو طاقتور ہو وہ کبھی کسی سے نہیں ڈرتا، اب سوال یہ ہے کہ اولیاء اللہ کمزور ہیں یا طاقتور؟ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ اولیاءَ اللہ ساری خدائی میں سب سے زیادہ طاقتور ہیں تو یہ مسئلہ آفتاب عالم کی طرح روشن ہو جائے گا کہ بے شک اولیاءَ اللہ پر ہرگز ہرگز کسی چیز کا نہ خوف اور نہ ڈر ہے۔ لہذا برادران ملت! میں اس وقت آپ کو ایک حدیث شریف سناتا ہوں جس سے آپکو اولیاء اللہ کی بے پناہ طاقت و قدرت کا اندازہ ہو جائے گا اور آپ کو اس مسئلے کا عین الیقین بلکہ حق الیقین حاصل ہو جائے گا۔ چونکہ اولیاء اللہ ساری خدائی میں سب سے زیادہ طاقت و قدرت والے ہوتے ہیں اس لئے ان لوگوں پر کسی چیز کا خوف و ڈر ہو ہی نہیں سکتا، سنئے حدیث شریف کا ترجمہ :

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرے گا اس شخص

کو میرے طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اور میرا بندہ میری کسی محبوب چیز کے ذریعے میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا، جتنا کہ میرے فرائض کو ادا کر کے حاصل کر سکتا ہے، اور ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر جب میں اپنے بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں ضرور ضرور اس کو پناہ دیتا ہوں۔

بزرگو اور بھائیو! آپ نے حدیث مقدس کے الفاظ سنے اور اس کا ترجمہ بھی سن لیا، اب یہ بھی سن لو، کہ خداوند قدوس کسی بندے کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں بن جانے سے پاک ہے، پھر اس حدیث پاک کا مطلب کیا ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے تو عزیزان گرامی! اس حدیث کا مطلب یہ ہے خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے محبوب بندوں کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں میں اپنی قدرت وطاقت کا ایک جلوہ عطا فرماتا ہوں کہ میرے محبوب بندوں کے کان، آنکھ اور ہاتھ، پاؤں سے ایسے ایسے کا ہونے لگتے ہیں کہ ان کی قدرت و طاقت کو دیکھ کر خدا کی قدرت وطاقت یاد آتی ہے، اب آپ بتائیے کہ جن بندوں کے کان، آنکھ اور ہاتھ پاؤں میں خدا کی قدرت و طاقت کی جلوہ گری ہو، تو اس بندوں کی قدرت وطاقت اور ان کے تصرفات کا کیا کہنا، اب کون کہہ سکتا ہے کہ

یہ بندے کمزور ہو سکتے ہیں۔ نہیں، نہیں، بلا شبہ یہ بندے جن کے اعضاء میں خدائی قدرت و طاقت کی توانائی جلوہ گر ہوتی ہے، یہ ساری خدائی میں ساری کائنات سے بڑھکر طاقتور ہوں گے اور جب یہ سب سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوئے تو پھر ظاہر ہے کہ یہ کسی چیز سے نہیں ڈریں گے، اسی لئے خداوند عالم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ "لا خوف علیھم" یعنی ساری کائنات میں کسی چیز کا بھی ان پر خوف اور ڈر نہیں۔

برادران ملت!

خداوند قدوس اگر اپنے کسی محبوب بندے کے اعضاء میں اپنی قدرت و طاقت کی جلوہ فرمائی کر دے، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ دیکھئے لوہا ٹھنڈا اور اس کا رنگ کالا ہوتا ہے، مگر چند منٹ اگر لوہا آگ کی بھٹی میں پڑا رہے تو آگ اس لوہے کو اپنی گرمی اور اپنا رنگ عطا کر دیتی ہے، لوہا آگ کی طرح سرخ اور گرم ہو جاتا ہے۔ اور جو کام آپ آگ سے لیتے ہین وہی کام اس لوہے سے بھی لے سکتے ہیں۔ مگر کون کہہ سکتا ہے، کہ لوہا آگ ہے ہر گز ہر گز نہیں۔ لوہا، لوہا ہے اور آگ، آگ ہے۔ بلا تشبیہ اولیاء اللہ بھی چند مہینوں یا چند سالوں عشق الٰہی کی بھٹی میں پڑے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں تو خداوند کریم اپنی رحیمی و کریمی سے اپنے محبوب بندوں کو اپنی قدرت و طاقت کا ایسا جلوہ عطا فرماتا ہے کہ ان بندوں کی قدرت و طاقت دیکھ کر خدا کی قدرت و طاقت یاد آتی ہے، مگر بندے، بندے ہیں اور خدا، خدا ہے۔ اس مضمون کو کسی عارف اللہ نے یوں کہا ہے:

خاصانِ خدا خدا نبا شد　　ولیکن ز خدا جدا نبا شد

یعنی اللہ والے خدا نہیں ہوتے مگر یاد رکھو یہ خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے بلکہ خدا کی نصرت و اعانت اور اس کی قدرت وطاقت ہر دم ہر دم پر ان بندوں کے ساتھ رہتی ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو! جب آگ میں یہ قدرت ہے کہ چند منٹوں میں لوہے کو اپنی گرمی اور اپنا اثر اور اپنی کیفیت عطا کر سکتی ہے، پھولوں میں یہ طاقت و قدرت ہے کہ چند دونوں اگر تیل کو اگر پھولوں کی آغوش میں رکھا دیا جائے تو پھول تیل میں اپنی خوشبو اپنی تاثیر کا فیض پہنچا دیتے ہین اور پھول میں بسائے ہوئے تلوں کے تیل میں پھولوں کی خوشبو اور پھولوں کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کیا خالق کائنات اپنے محبوب بندوں کے اعضاء وجوارح میں اپنی قدرت و طاقت کی جلوہ گری نہیں فرما سکتا؟ جو لوگ اولیاء کرام کے تصرفات اور ان کی خداداد طاقت وقدرت کے منکر ہیں ان سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا آگ اور پھول میں تو یہ قدرت ہے کہ وہ اپنے ہم نشین کو اپنا فیض عطا کر دے اور خداوند قدوس قادر وقیوم میں معاذ اللہ قدرت و طاقت نہیں کہ اپنے محبوب بندوں کو اپنی قدرت و طاقت کا جلوہ بخش دے؟ کیا معاذ اللہ آگ اور پھول کی طاقت وقدرت قادر وقیوم کی قدرت سے بڑھ کر ہے۔ یا لوہے اور تیل میں فیض لینے کی صلاحیت ہے، اولیاء اللہ سے بڑھ کر ہے۔ ؤؤ

برادران ملت!

جب خداوند قدوس جل وعلا کے قدر وقیوم ہونے پر ایمان ہے، اور

اولیاالله میں فیض حاصل کرنے کی صلاحیت بھی ہے تو ماننے سے یا نہ ماننے سے کیا ہوگا بلکہ یقیناً ماننا پڑے گا کہ بے شک اور بر حق اور بلا ریب و شک خداوند عالم اپنے محبوب بندوں کے اعضاء میں اپنی قدرت و قوت کا ایسا جلوہ دیکھاتا ہے کہ ان بندوں کے اعضاء کی طاقت و قدرت دیکھ کر خدا کی قدرت و طاقت یاد آجاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ جمادات نباتات حیوانات کی ساری کائنات پر تصرف و حکومت کرتے ہیں، یہاں کہ عناصر اربعہ آگ، پانی۔ مٹی، ہوا بلکہ ہر چیز پر ان کی سلطنت و حکمرانی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

برادران ملت!

روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ ایک خوفناک پہاڑی سے آگ نمودار ہوئی۔ آگ بڑھتی چلی آرہی تھی اور بڑا خطرہ تھا کہ آگ سے ہزاروں بستیاں جل کر خاکسر نہ ہو جائیں حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے جناب ابو موسیٰ اشعریؓ کو یا تمیم داریؓ کو اپنی چادر عطا فرمائی اور حکم دیا اس آگ کو میری چادر دکھادو۔ چنانچہ جیسے ہی فاروق اعظمؓ کی چادر مبارک اس آگ کے سامنے لائی گئی آگ ایک دم سمٹ کر پہاڑ کے دامن میں چلی گئی یہاں تک کہ پہاڑ کے غاروں میں آگ غائب ہوگئی۔ (از البتہ الخفاج ۲ ص ۳۳ ۱۷) اسی طرح مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانی جو مسلم الثبوت حافظ الحدیث اور محدث کبیر بھی ہیں اور اتنے متقی و پرہیز گار با کرامت ولی اللہ بھی ہیں۔ ان کی مشہور کرامت ہے کہ اسود بن قیس نے جب یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابو مسلم خولانی رحمت اللہ علیہ کو اپنی جھوٹی نبوت تسلیم کرانے پر مجبور

کیا۔ تو آپ نے نہایت حقارت سے اس کو ٹھکرا دیا۔ پھر اس ظالم نے بڑی زبردست آگ جلائی اور جب آگ کے شعلے کافی بلند ہو گئے تو اس نے آپ کو آگ میں پھینک دیا۔ آپ آگ کے شعلوں میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ٹہلتے رہے۔ یہاں تک کہ آگ بجھ کر راکھ ہو گئی مگر آپ کا جسم تو کیا بدن کے کپڑوں پر بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ اسود بن قیس آپ کی یہ کرامت دیکھ کر حیران رہ گیا بلکہ مارے دہشت کے لرزہ بر اندام ہو گیا اور آپ کو یمن سے نکال دیا۔ اور آپ مدینہ منورہ چلے آئے۔

منقول ہے کہ جب امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے آپ کو دیکھا تو فرط مسرت سے فرمایا الحمد للہ! خداوند کریم نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک شخص دیکھا جس کا دیدار کر لیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ و سلام کی آگ میں ڈالا گیا اور سلامت رہا۔ (تہذیب التہذیب)۔

برادران گرامی!

آگ کی طرح پانی پر بھی اولیا اللہ کی حکمرانی دیکھنی ہو تو حضرت فاروق اعظمؓ کی تاریخ پڑھ لیں۔ آپ کے دور خلافت میں مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا مصری رعایا مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کی خدمت میں فریاد لے کر حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا کہ اے امیر! ہمارا یہ دستور تھا کہ جب دریائے نیل خشک ہو جاتا ہے تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو دریا میں زندہ پھینک کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے اس کے بعد دریا جاری ہو جایا کرتا تھا۔ اب ہم

کیا کریں ؟ گورنر نے فرمایا کہ ارحم الراحمین اور رحمۃ للعالمین کا رحمت بھرا دین ہمارا اسلام ہر گز ہر گز ایسے ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا۔ تم لوگ انتظار کرو میں بارگاہ خلافت میں عریضہ لکھتا ہوں وہاں سے جو حکم ملے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ چنانچہ گورنر کا قاصد مدینہ منورہ آیا اور دریائے نیل کے خشک ہونے کا حال سنایا۔ امیر المومنین یہ خبر سن کر نہ گھبرائے نہ پریشان ہوئے بلکہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ ایک ایسا تاریخی خط لکھا جو تاریخ عالم میں بے مثل و بے مثال ہے۔ آپ نے دریائے نیل کے نام لکھا مسلمانوں بتاؤ کیا کوئی ایسا بادشاہ بھی ہوا کہ دریائے نیل کے نام فرمان لکھا ہو ہر گز نہیں۔ کیوں اس لئے کہ دریائے نیل کے نام تو وہ ہی فرمان لکھ سکتا ہے۔ جس کی حکومت کا سکہ دریاؤں پر بھی چل سکتا ہو۔ آپ چونکہ سلطنت ولایت کے بھی تاجدار تھے اور ساری کائنات آپ کے زیر فرمان تھی اس لئے آپ نے نیل کے نام اس طرح فرمان تحریر فرماتے ہیں۔

ترجمہ : یعنی اے مصر کے دریائے نیل کے نام اللہ کے بندے عمر بن الخطاب کا خط ہے اے دریائے نیل اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے اور تو اللہ کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو پھر اللہ کے نام پر جاری ہو جا۔ (ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ١٦٦)۔ امیر المومنین نے اس خط کو لفافے میں بند کر کے قاصد کو دیا اور فرمایا کہ دریائے نیل میں یہ ڈال دیا جائے چنانچہ۔

ترجمہ : جوں ہی آپ کا خط دریائے نیل میں ڈالا گیا فوراً دریا جاری ہو گیا اور پھر خشک نہیں ہوا۔

حضرات محترم!

اسی طرح حضرت امیر المومنین فاروق اعظمؓ نے اپنے دور خلافت میں فدائین کسریٰ کی جانب ایک لشکر بھیجا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس لشکر کے امیر تھے۔ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کمانڈر تھے جب یہ لشکر دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا اور وہاں کوئی کشتی نہ ملی تو حضرت سعد اور حضرت خالد بن ولیدؓ دونوں آگے بڑھے اور دریا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

ترجمہ: اے دریا تو خدا کے حکم سے جاری ہے ہم تجھے حضرت محمد ﷺ کی عزت اور رسول اللہ ﷺ کی عزت اور رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے عدل کا واسطہ دیتے ہیں تو کیوں نہیں ہمیں دریا پار کرنے کا راستہ دیتا۔

چنانچہ یہ لشکر اپنے گھوڑوں اور اونٹوں اور آدمیوں کے ساتھ دریا پار کر فدائین پہنچ گیا اور کسی جانور کا کھر بھی پانی سے تر نہیں ہوا۔ برادرانِ ملت! اب یہ بھی سن لیجئے کہ اولیاء اللہ کی حکومت روئے زمین پر ہے یہ دونوں واقعات کتنی واضع دلیل ہیں کہ اولیاء اللہ پانی اور دریاؤں پر حکومت فرماتے ہیں اور دریا بھی ان اللہ والوں کے تابع فرمان ہیں چنانچہ علامہ عبدالوہاب سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات شافعہ میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے خلافت کے دور میں ایک مرتبہ شدید زلزلہ آیا زمین ہلنے لگی امیر المومنین کچھ دیر حمد و ثنا کرتے رہے مگر زلزلہ ختم نہ ہوا یہاں تک کہ آپ کو جلال آگیا اور آپ نے درہ زمین پر مار کر فرمایا کہ

ترجمہ : اے زمین ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے
یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہو گیا اور زمین ساکن ہو گئی۔

ہوا پر حکومت۔ اچھا اب یہ سن لیں کہ آگ، مٹی، پانی کی طرح ہوا پر بھی اولیاء اللہ کی حکومت ہے غالباً آپ نے سنا ہو گا کہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت ساریہؓ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر جہاد کے لئے بھیجا حضرت ساریہؓ لشکر کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف تھے ایک دن حضرت امیرا المومنین مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بلکل اچانک زور زور سے چلا چلا کر آپ نے یہ فرمایا" یاساری الجبل "یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف اپنی پشت کر لو حاضرین مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ تو سر زمین نہاوند میں ہیں اور کفار سے جہاد میں مصروف ہیں آج امیر المومنین نے انہیں کیسے پکارا؟

پہاڑ کیسا اور پہاڑ کی طرف اپنی پشت کر لو حاضرین حیران ہی تھے کہ نہاوند سے حضرت ساریہؓ کا قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ جوں ہی دشمنوں سے ہمارا مقابلہ ہوا ایک دم ہمیں شکست ہونے لگی ایک دم ناگاں ایک چیخنے والے کی آواز آئی جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا اے ساریہ تم پہاڑ کی طرف اپنی پشت کر لو۔ چنانچہ ہم لوگوں نے جیسے ہی پہاڑ کی طرف پشت کر کے صف بندی کی ایک دم فوراً ہی جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور اللہ تعالےٰ نے کفار کو شکست دے دی۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۴۲)۔

برادران ملت!

آپ جانتے ہیں کہ آواز کا پہنچانا ہوا کا کام ہے سب کو معلوم ہے کہ ہواؤں کے تموج سے ایک آواز دوسرے کے کان میں پہنچتی ہے اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بغیر کسی برقی قوت کے اور بغیر کسی ریڈیو اسٹیشن کے صرف زبان سے فرمادیا مگر ہوا چونکہ فاروقی سلطنت کے کنٹرول میں تھی اس لئے ہوا نے آپ کی آواز کو مدینہ منورہ سے نہاوند تک پہنچادیا اور حضرت ساریہ اور ان کی فوج نے اس آواز کو سن لیا اور آپ کی جنگی ہدایت پر عمل کر کے فتح مبین حاصل کر لی۔بلا شبہ یہ واقعہ دلیل ہے کہ اولیاء اللہ کی حکومت ہوا پر بھی ہے۔

برادران ملت!

آپ نے سن لیا کہ آگ، مٹی، ہوا ہر چیز پر اولیاء اللہ کی حکومت ہے کون نہیں جانتا کہ آگ، پانی، مٹی، ہوا یہ چار عناصر ہیں۔ تمام کائنات ارضی انہیں چار عناصروں سے بنی ہے جب ان عنصروں پر اولیاء کی حکومت ہے تو ثابت ہوا ان چار عناصر سے بنی ہوئی تمام چیزوں پر اولیاء اللہ کی حکومت ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

برادران ملت!

غور فرمایئے کہ اولیاء اللہ جب تمام جمادات، نباتات، حیوانات پر حکمران ہیں اور ہر چیز ان اللہ والوں کی محکوم اور فرمانبردار ہے تو پھر بھلا اولیاء اللہ سے بڑھ کر طاقت و قدرت والا اس دنیا میں کون ہو سکتا اور جب اولیاء سب سے بڑھ کر طاقت ور ہوئے تو پھر کون سی چیز ایسی ہے کہ اولیاء اللہ اس سے ڈریں تمام چیزیں تو ان اللہ والوں سے ڈر رہی ہیں۔پھر بھلا یہ اللہ والے کسی چیز سے کیونکر

ڈرتے سکتے ہیں ؟ اسی لئے تو اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا' **لا خوف علیھم** '
یعنی اولیاء اللہ پر کسی کا خوف نہیں ہے اور یہ اللہ والے اپنے خدا کے سوا ساری
خدائی میں کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور اولیاء اللہ کی نگاہِ قہر سے پہاڑ بھی لرزہ بر اندم
ہو جاتے ہیں اور اگر دریاؤں کو اشارہ کر دیں تو پورا لشکر دریاؤں کے اوپر سے
آسانی سے گزر جائے اور کسی کا پاؤں بھی تر نہ ہو۔ جنگل کے خوفناک شیر ان
مقدس بندوں کی خدمت اور سواری میں کام آتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کے خوف
سے جنگل کا بادشاہ شیر بھی لرزہ بر اندم رہتا ہے۔ حضرت شیبان راعی رحمت
اللہ علیہ اور شیر ، یہ مشہور واقعہ ہے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور
محدث اور اولیاء کاملین میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ حج کے سفر میں ان کی حضرت
شعیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی حضرت شعیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ
زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے مگر بہت ہی بابرکت ولی تھے دونوں ایک ساتھ سفر
کرنے لگے راستہ میں یہ دیکھا کہ ایک تنگ پہاڑی رستے پر ایک خطرناک شیر بیٹھا
ہوا ہے اور تمام مسافروں کا راستہ روکے ہوئے ہے۔ پورے قافلے میں کسی کی
ہمت نہیں پڑتی تھی کہ اس شیر کو دور سے پتھر مار کر ہٹادے۔ اتنے میں حضرت
شعیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ نہایت بے خوفی اور انتہائی بے تکلفی کے ساتھ آگے
بڑھے اور جا کر شیر کا کان پکڑ کر اٹھادیا اور شیر دم ہلاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے
ساتھ چلنے لگا۔ (تفسیر روح البیان ، ص ۳۲۳)

سچ فرمایا حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے ؟

تو ہم گردن از حکم دار پیچ

که گردن نه پیچد از حکم تو ہیچ

یعنی اے مسلمان تو بھی خدا کے حکم سے گردن نہ موڑ تو پھر خدا کی کوئی مخلوق بھی تیرے حکم کے آگے گردن نہ موڑے گی۔ شیر کی سواری حضرت پر اولیاء کرام کی حکومت کا ذکر آیا تو مجھے بھی ایک مشہور شیر سوار بزرگ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک دلچسپ حکایت یاد آگئی حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں حضرت نے لکھا ہے کہ شہر طالقان سے ایک درویش نے حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی کا شہرہ سن کر آپ کی زیارت کے لئے خرقان کا سفر کیا یہ درویش حضرت خواجہ کے دروازے پر حاضر ہوا اور کنڈی بجائی تو آپ کی زوجہ محترمہ نے اندر سے پوچھا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟

اور کیا مقصد ہے۔ درویش نے عرض کی کہ طالقان کا ایک درویش ہوں اور میں قطب عالم حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوا ہوں ۔ بی بی صاحبہ بڑی بد مزاج اور حضرت خواجہ کے بارے میں بڑی زبان دراز تھیں ایک دم گرج کر بولیں ارے تم اس مکار و دغاباز سے کیوں ملنے آئے ہو؟ ارے وہ تو بھوتوں کا جال اور گمراہی کا پھندہ ہے خبردار اس سے مت ملنا تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ تم اس سے نہ ملو اور فوراً یہاں سے اپنے گھر چلو جاؤ ورنہ وہ تم پر جادو کر دے گا؟ بچارہ پردیسی درویش بی بی صاحبہ کی ان بد زبانیوں کو سن کے حیران رہ گیا اور دل میں سوچنے لگا۔ یا اللہ خواجہ خرقانی کی قطبیت اور بزرگی و کرامت کا چرچہ تمام عالم میں ہے ان کی بیوی صاحبہ ان کے متعلق اتنے

ناشائستہ الفاظ بول رہی ہیں۔ آخر معاملہ کیا ہے؟ اتنے میں کوئی واقف حال آدمی آ گیا اور اس نے کہا اے درویش ان کی بد زبانی پر دھیان مت رکھ اور تھوڑی دیر انتظار کر اس وقت حضرت قطب خواجہ صاحب لکڑی کاٹنے کے لئے جنگل گئے ہوئے ہیں۔

درویش یہ سنتے ہی شوقِ ملاقات میں جنگل کی طرف چل دیا مگر ابھی تھوڑی دور ہی چلا تھا کہ

اندرین بود او کہ شیخ نامدار
زود افتاد بر شیر سوار

درویش اپنے خیالات میں گم سم چلا جا رہا تھا کہ شیخ نامدار حضرت خواجہ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ آپ ایک شیر پر سوار سامنے سے چلے آ رہے ہیں حضرت خواجہ کی نظر درویش پر پڑی تو بی بی صاحبہ کی بد گوئی سن کر اس کے دل میں جو خطرات و خیالات پیدا ہوئے تھے حضرت خواجہ علیہ رحمۃ نے اپنے باطنی کشف سے سب کچھ جان لیا۔ میرے بزرگو اور بھائیو ہماری اور آپ کی تو صرف سر ہی میں آنکھیں ہیں جن سے ہم لوگ دیکھتے ہیں مگر اللہ والوں کے سینے میں بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور جب وہ سینے کی آنکھوں سے کسی چیز کو دیکھنا چاہتے ہیں تو سر کی آنکھوں کو بند کر کے دیکھ لیا کرتے ہیں کسی شاعر نے خوب لکھا ہے۔

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لئے

جی ہاں عشق الٰہی کے دیوانوں کی ہر چال الٹی ہوتی ہم لوگ تو چیزوں کو

آنکھ کھول کر بلکہ بعض لوگ تو آنکھ پھاڑ پھاڑ کر نظارہ کیا کرتے ہیں مگر اللہ والے اپنے سر کی آنکھوں کو بند کر کے خداوند کریم اور خدائی کا دیدار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت خواجہ خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیر کی سواری کرتے ہوئے دور ہی سے مراقبہ کر کے درویش کے دل میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کا نظارہ فرمالیا۔ حضرت خواجہ نے درویش کو دور سے دیکھا اور ہنستے ہوئے فرمایا کہ اے شیطانی خیالات کے فریب خوردہ درویش میری بیوی کی باتوں پر کان مت دھرنا سن میری بیوی کی بدگوئی اور بدزبانی کا ایک بڑا خاص راز ہے۔ جس کی تجھے خبر نہیں، بھلا اسی راز کو تو کیا سمجھ سکتا ہے۔ اے درویش سن

گر نہ صبرم می کشیدے بارِ زن

کے کشیدے شیر نر بیگار من

یعنی اگر بیوی کا بارِ گراں میرا صبر نہ اٹھاتا تو بھلا شیر نر کب اور کس طرح میری بیگار کرتا؟

کا انبیاء رنج خساں بس دیدہ اند

زیں چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند

یعنی خدا کے مقدس انبیاء علیہ السلام بھی ایسے کمینوں سے ہمیشہ تکلیف اٹھاتے رہے اور ایسے سانپوں سے پیچ و تاب کھاتے رہے۔ اللہ والوں کا ہی دستور ہے کہ وہ جس قدر کمینوں کی ایزاؤں پر صبر کرتے ہیں اسی قدر ان کے درجات و مراتب میں ترقی ہوتی رہتی ہے یہ راز ہے کہ میری بیوی میرے حق میں ہمیشہ اسی طرح بدگوئی کر کے مجھے ایزا دیتی ہے اور میں اس کی ان ایزار

ساھنوں پر صبر کرتا ہوں اس طرح مجھے انبیاء علیہ السلام کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ حضرات بہر حال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اولیاء اللہ کو خداوند عالم نے ایسی طاقت و قدرت عطا فرمائی ہے کہ کائنات عالم ان زیر فرمان ہے اور چونکہ چرندے پرندے و درندے تمام جانوروں بلکہ نباتات ، جمادات ، حیوانات بلکہ دریاؤں پہاڑوں جن وانس بلکہ تمام مخلوق پر حکومت کرتے ہیں۔ اس لئے بھلا کون سی ایسی چیز ہے جس سے وہ ڈریں گے۔

معزز حضرات!

اسی لئے خداوند قدوس نے اولیاء کی شان میں فرمایا ہے لا خوف علیھم یعنی اولیاء اکرام پر کسی چیز کا خوف نہیں ہے۔ برادرانِ ملت ان اللہ والوں کی درجات و مراتب اور بارگاہِ خدوندی میں ان کی مقبولیت و محبویت کا کیا کہنا ؟ بخاری شریف کی حدیث پیشِ خدمت ہے۔ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا

ترجمہ : بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بال بکھرے ہوئے اور الجھے ہوئے اگر وہ لوگوں کے دروازوں پر جائیں تو لوگ انہیں حقارت سے دھکا دیکر گھروں سے نکال دیں لیکن خداوند قدوس کے دربار میں ان کی محبویت کا یہ عالم ہے کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھالیں تو پروردگار عالم ضرور ان کی قسم پوری فرمادیتا ہے اور ان کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ پوری ہو کر رہتی ہے۔

حضرت رومی فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی ان کا کہا ہوا کلام اگرچہ اللہ کے بندے کی زبان سے نکل رہا ہے مگر تم یہ سمجھو کہ وہ اللہ کا فرمان ہے جو ایک بندے کی زبان سے نکل رہا ہے گویا جو کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے وہی تقدیر الٰہی ہوا کرتی ہے۔ حضرت عارف رومی فرماتے ہیں۔

بے ادب ہرگز نہ باش با ملنگ

ہست او ویائے قحدت رانہنگ

خبردار ہرگز مجذوبوں کے ساتھ کبھی بے ادبی نہ کرنا یہ لوگ دریائے وحدت کے مگرمچھ ہیں جس طرح مگرمچھ دریا میں بے خوف وخطر پھرتا رہتا ہے اسی طرح یہ لوگ ہر خوف و غم سے بے نیاز ہو کر دنیاء میں چلتے پھرتے رہتے ہیں۔

گرچہ ظاہری شوداز خاکسار

باطنش از نور معنی ہر شمار

اگرچہ ظاہر میں یہ لوگ خاک الود میلے کچیلے ہوتے ہیں مگر ان کے باطن کو نور حقیقت سے مالامال سمجھو۔

ما قبل مردن خویش را فانی کند

در جہان دیں سلطانی کند

یہ لوگ موتو قبل ان تموتو پر عمل کرتے ہوئے موت سے پہلے فانی ہو جاتے ہیں۔ مگر دین کی دنیا میں یہ لوگ بادشاہی کرتے ہیں۔ برادرانِ ملت اس سے بڑھکر بادشاہی اور کیا ہو گی۔ کہ جو کچھ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے

خداوند قدوس ان کی بات کو پورا کرتا ہے۔ نہ جانے کیا ہے؟ حضرات احمد آباد میں حضرت قطب عالم علیہ الرحمۃ کی کرامت کا حال تو غالباً آپ لوگوں نے سنا ہوگا ایک لکڑی پڑی تھی حضرت قطبِ عالم رحمۃ اللہ رات کو تہجد کے وقت اٹھے تو اس لکڑی سے آپ کے پاؤں کو ٹھوکر لگ گئی۔ بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ لوہا ہے، لکڑی ہے، پتھر ہے نہ جانے کیا ہے؟

لوگوں نے صبح دیکھا تو اس میں لوہا، لکڑی، کنکر، پتھر سب کچھ تھا اور ایک ایسی چیز بھی اس میں نمودار ہو گئی کہ کسی نے آج تک اس کو نہیں پہچانا اور سب نے ہی کہا۔ نہ جانے کیا ہے؟ آج بھی یہ لکڑی کا ٹکڑا احمد آباد سے چند میل دور نسٹوہ میں حضرت قطب صاحب مزار شریف کے قریب رکھا ہوا ہے اور دیکھنے والا دیکھ کر یہی کہتا ہے کہ اس میں لاہو لکڑی کنکر پتھر ہے مگر اس خاص چیز کو ہر دیکھنے والا یہی کہتا کہ نہ جانے کیا ہے؟ حد ہو گئی کہ اس کو کاٹ کر انگریز لندن لے گئے اور اس کی لیبارٹری میں جانچ پڑتال کرتے رہے اور آخر مجبور ہو کر ان لوگوں نے بھی یہیں کہ دیا کہ نہ جانے کیا ہے؟ دیکھا آپ نے حضرت قطب عالم کی زبان مبارک سے جو کچھ نکلتا گیا خداوند عالم نے وہ سب اس لکڑی میں پیدا فرما دیا اور آپ کی زبان مبارک سے یہ نکلا کہ نہ جانے کیا ہے؟

تو خداوند کریم نے اس میں ایک ایسی چیز بھی پیدا فرما دی جس کے لئے لوگ قیامت تک یہی کہتے رہیں گے کہ ”نہ جانے کیا ہے“۔

حضرات گرامی!

امروہہ ضلع مراد آباد میں حضرت شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار

ہے آپ امروہہ میں تشریف لائے تو حضرت شاہ نصیر الدین علیہ الرحمۃ نے آپ کو امروہہ میں قیام سے منع فرمایا مگر چونکہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے حکم سے امروہہ آئے تھے اس لئے آپ نے حضرت شاہ نصیر الدین علیہ رحمۃ کی بات نہ مانی ایک دم حضرت شاہ نصیر الدین رحمۃ اللہ کو جلال آگیا اور آپ نے فرمایا "تیری قبر میں بچھو رہیں گے" حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ بھی جلال میں آگئے اور آپ نے فرمایا کہ تیری قبر میں گدھے رہیں گے ؟ حضرت نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب تم نے کہہ دیا ہے تو میری قبر پر گدھے ضرور رہیں گے مگر پیشاب اور لید سے گندگی نہیں پھیلائیں گے تو شاہ ولایت نے بھی فرمایا کہ اب آپ نے کہہ دیا ہے تو میری قبر پر بچھو ضرور رہیں گے مگر یاد رکھنا کسی کو ڈنک نہیں ماریں گے۔

برادرانِ ملت !

آج بھی امروہہ میں جاکر آپ اپنی آنکھوں سے دونوں کرامتیں دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بکثرت بچھو ملتے ہیں مگر درگاہ شریف کے احاطہ میں کسی کو ڈنک نہیں مارتے لوگوں نے بارہا ان بچھوؤں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔اور ان ڈنگوں پر انگلی رکھ دی ہے مگر کبھی کسی بچھو نے ڈنگ نہیں مارا اور آج بھی اگر کمہاروں کا گدھا گم ہو جاتا ہے اور وہ دودھ بتاشے لے کر حضرت شاہ نصیر الدین علیہ الرحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں تو کھویا ہوا گدھا ان کے مزار کے پاس مل جاتا ہے مگر کبھی گدھے نے وہاں لید پیشاب نہیں کیا۔

میرے عزیز بھائیو! یہ سب کیا ہے ؟یادرکھو یہ وہی بات ہے کہ

گفته او گفته الله بود

گرچه از حلقوم وعبدالله بود

یعنی اولیاء اللہ کا کہا ہوا اللہ کا فرمان ہوتا ہے۔ اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق میں سے نکلا ہوا کلام ہوتا ہے ان واقعات ذکر سے بات بڑھ گئی اب پھر میں آپ کی توجہ اسی ایک مضمون کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے اپنے محبوب بندوں کے کان، آنکھ، اور ہاتھ پاؤں میں اپنی قدرت و توانائی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کی قدرت وطاقت کو دیکھ کر خدکی قدرت وطاقت یاد آجاتی ہے۔ اللہ والوں کے کان کی قوت سماعت دیکھنی ہو تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی ایک کرامت سنو۔ 'یا لبیکاه یا لبیکاه'

حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک مرتبہ بہت دور جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا ایک دن آپ نے مدینہ منورہ میں زور زور سے یہ فرمایا کہ 'یا لبیکاه یا لبیکاه' یعنی اے شخص میں تیری پکار پر حاضر ہوں لوگوں کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیر المومنین کس کی پکار پر لبیک فرمارہے ہیں لیکن جب وہ لشکر مدینہ منورہ واپس آیا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات کا تذکرہ کرنے لگا تو امیر المومنین نے فرمایا کہ باتوں کو چھوڑو پہلے یہ بتاؤ کہ جس شخص کو تم نے زبردتی دریامیں اتارا تھا اس کا کیا حال ہے ؟ سپہ سالار نے لرزتے ہوئے عرض کی کہ یاامیر المومنین میں نے اس کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ نہیں کیا تھابلکہ چونکہ مجھے لشکر کو دریا کے پار لیجانا تھا اس لئے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس

کو برہنہ کر کے پانی میں اترنے کا حکم دیا تھا لیکن موسم بہت سرد تھا اس کو سردی لگ گئی اور کانپتے ہوئے اس نے دو مرتبہ یا لبیکاہ یا لبیکاہ کہہ کر کو پکارا اور اس کی روح پرواز کر گئی۔

جب اہل مدینہ منورہ نے یہ سنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امیر المومنین نے جو دو مرتبہ یا لبیکاہ یا لبیکاہ فرمایا تھا یہ اسی مظلوم کی پکار کا جواب تھا امیر المومنین نے سپہ سالار کو ڈانٹا اور فرمایا کہ تم اپنے مال سے اس کے وارثوں کو ان کا خون بہا ادا کرو اور خبردار آئندہ کسی مجاہد سے کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جو اس کی ہلاکت کا باعث ہو جائے کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا مقتول ہو جانا بڑی سے بڑی ہلاکی سے بھی بڑھکر ہلاکت ہے۔(ازالۃ الخفا جلد ۲ ص ۱۷۲)۔

برادرانِ ملت!

اب آپ غور فرمائیں کہ سیکڑوں میل کی دوری پر ایک آدمی یا عمراہ یا عمراہ کہہ کر امیر المومنین کو پکارتا ہے تو آپ اس کی آواز کو سن لیتے ہیں اور اس کی فریاد کا جواب بھی دیتے ہیں اور نگاہ اٹھا کر اس کو دیکھ بھی لیتے ہیں۔ مسلمانوں اللہ یہ بتاؤ۔ کیا یہ ہمارے اور آپ کے کان اور آنکھ سے انجام پا سکتا ہے جن کانوں اور آنکھوں میں خداوند عالم کی قوت و قدرت کی جلوہ گری ہو اور ایسے کان اور ایسی آنکھ صرف ان محبوبانِ بارگاہ الٰہی کے پاس ہیں جس کو حدیث شریف میں کنت سمعه الذی یسمع و بصره الذی یبصر به فرمایا گیا ہے کہ خدا ان بندوں کے کان ہو جاتا ہے جن سے یہ لوگ سنتے ہیں اور خدا ان بندوں کی آنکھ ہو جاتا ہے

جس سے یہ دیکھتے ہیں۔

پڑھئے درود سلام الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ۔ و اعلیٰ آل کا وصحابہ کا یاحبیب اللہ

برادران ملت!

یہ توامیر المومنین فاروق اعظمؓ کی کرامتیں ہیں جو صحابی رسول اور جان نشین پیغمبر ہیں ان کی شان ولایت کا کیا کہنا ؟ اب میرے بزرگو اور بھائیوان کے غلام غلامان دوسرے اولیاء کرام کی بے شمار کرامتیں ہیں کہ انہوں نے سینکڑوں میل دور کی چیزوں کو دیکھ لیا اور ہزاروں میل سے پکارنے والوں کی فریاد سن لی اور ان کی امداد بھی فرمائی۔ شیخ صنعانی کا انجام۔

حضرات گرامی!

حضور سیدنا محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؓ نے جب اپنے وعظ کی مجلس میں اعلان فرمایاب الا ان قدمی هذه علیٰ رقبه کل ولی اللہ۔

یعنی سنو! میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے تین سو تیرہ صاحب حال اور اولیاء کرام نے اپنا سر جھکا دیا اور ادب سے عرض کیا بل علی الراس و لعین۔ اے محبوب سبحانی آپ کا قدم ہماری گردنوں پر ہی نہیں بلکہ ہمارے سروں اور آنکھوں پر ہے۔ (بہجۃ الاسرار)۔

مگر ایک بزرگ حضرت شیخ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ جو سینکڑوں میل دور تھے انہیں غیرت آگئی اور انہوں نے اکڑ کر فرمایا کہ اے عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

علیہ تمہارا قدم میری گردن پر نہیں ہے۔ حضرت غوث اعظمؓ نے سینکڑوں میل دوری سے شیخ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سن لی اور ان کو دیکھ کر پہچان بھی لیا پھر آپ پر غوثیت کا جلال طاری ہوا آپ نے فرمایا ' علی رقبتہ رجل الخنزیر ' یعنی شیخ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کی گردن پر خنزیر کا قدم ہو گا۔ اللہ اکبر۔ حضرت غوثیت کے فرمان کا یہ اثر ہوا کہ حضرت شیخ صنعانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چار سو مریدوں کو ساتھ لے کر حج کے لئے جا رہے تھے مگر راستے میں ایک عیسائی لڑکی پر عاشق ہو گئے اور نکاح کا پیغام دے دیا عیسائیوں نے کہا ہماری قوم میں رواج ہے کہ ہونے والا دولہا چند دنوں اپنے سسرال کے خنزیر چرایا کرتا ہے۔ مسلمانو! خدا کی پناہ شیخ صنعانی خنزیر چرانے لگے اور خنزیر کا چھوٹا بچہ جو چل نہیں سکتا تھا شیخ صنعانی نے اس کو اپنے کندھے پر اٹھایا تمام مرید برگشتہ ہو کر چلے گئے مگر دو مخلص مریدوں نے ساتھ نہیں چھوڑا کہ اس حالت میں ہم شیخ کو نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہمارا شیخ اس وقت عتاب میں پڑھ گیا جب اچھی حالت میں ہم نے شیخ کا ساتھ نہیں چھوڑا تو اس حالت میں ہم اپنے شیخ کو نہیں چھوڑیں گے۔

شیخ صنعانی کو عیسائیوں نے گرجا گھر میں نکاح کے لئے بلایا اور وہ ایک ہاتھ میں شراب کا پیالہ اور دوسرے ہاتھ میں خنزیر کے گوشت کا برتن لے کر چلے اس حالت کو دیکھ کر دونوں مریدوں نے بغداد شریف کی طرف منہ کر کے حضرت غوث اعظمؓ کی بارگاہ اقدس میں استغاثہ اور فریاد کی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رحم آگیا آپ نے حضرت شیخ صنعانی رحمۃ اللہ کے قلب پر ایسا تصرف فرمایا کہ ناگہاں ان کا دل روشن ہو گیا اور حالت بدل گئی اور

انہوں نے خنزیر کا گوشت اور شراب کا پیالہ پھینک دیا اور توبہ استغفار کر کے کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے لوٹ آئے اور دونوں مریدوں کو حکم دیا کہ مجھے فوراً بغداد شریف لے چلو چنانچہ پا پیادہ بغداد شریف روانہ ہو گئے اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ میں بارگاہ غوثیت کا مجرم ہوں تم لوگ میرا منہ سیاہ کر کے اور میرے ہاتھ پاؤں میں رسی ڈال کر بارگاہِ غوث میں لے چلو تاکہ میرے حال پر رحم کھا کر مجھے معاف کر دیں چنانچہ مریدوں نے حکم کی تعمیل کی مگر شیخ صنعانی جب اس حال میں بغداد پہنچے تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ پر یہ کرم فرما کر آگے بڑھے اور شیخ صنعانی کو اپنے سینے سے لگالیا اور ان کی سلب شدہ ولایت دوبارہ انہیں دے دی گئی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے شیخ صنعانی میں نے جو یہ اعلان کیا کہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے تو میں نے یہ اپنی طرف سے یہ اعلان نہیں کیا تھا بلکہ خداوند تعالےٰ کی طرف سے میں یہ کہنے پر مامور کیا گیا تھا تم نے اس کا انکار کیا اس لئے تم خدا کی طرف سے ایسے خطرناک عتاب میں مبتلا کئے گئے اس کے بعد حضرت غوث اعظمؓ نے انہیں حمام میں بھیج کر غسل کا حکم فرمایا اور پھر اپنا لباس خاص عطا فرما کر اپنی نوازشوں سے سرفراز فرمایا (تفریح الخاطر)۔

برادران ملت!

دیکھا آپ نے حضرت غوث اعظمؓ نے سینکڑوں میل کی دوری پر حضرت شیخ صنعانی کے انکار کا سن لیا اور انہیں دیکھ لیا پھر انہیں عتاب میں مبتلا کر دیا پھر ان کے مریدوں کی فریاد سن کر انہیں عتاب سے نکال لیا یہ اولیاء اللہ کی

قدرت وطاقت کی آفتاب کی تجلیاں۔ غوث اعظمؓ کی کھڑاوں۔

حضرت شیخ عبدالحق مرہیمی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ ۳ صفر ۵۵۵ھ کو ہم لوگ حضرت غوث مآبؓ کے مدرسہ میں حاضر تھے ہم نے بچشم خود دیکھا کہ حضرت غوث اعظمؓ نے وضو فرمایا اور اپنی گیلی گھڑاوں کو یکے بعد دیگرے ہوا میں پھینک دیا اور وہ دونوں نظروں سے غائب ہوگئیں کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ دریافت کرتا۔ سب خاموش رہے۔ ۲۳ دنوں کے بعد بلاد عجم سے ایک قافلہ آیا جس نے آپ کی دونوں کھڑاویں اور کچھ نظر پیش کی اور ان قافلہ والوں نے بتایا کہ ہم لوگ ایک جنگل میں تھے کہ ناگہاں ڈاکوؤں نے ہم پر حملہ کر دیا ہمارے چند آدمی مارے گئے اور ڈاکوؤں نے ہمارے قافلے کو لوٹنا شروع کر دیا ۔جب ہم لوگ مقابلے سے لاچار ہوگئے تو ہم نے بلند آواز سے یہ کہا کہ اغنی یا شیخ عبدالقادرؓ اور کچھ نے نذر بھی مان لی اس کے بعد ناگہاں جنگل میں سے ایک خوف ناک آواز آئی جس سے سارا جنگل دہل گیا اور یہ کھڑاوں ڈاکوؤں کے سردار کے سر پر لگی اور وہ فوراً ہی ہلاک ہوگیا پھر دوسری گھڑاوں بھی ایک بڑے ڈاکو کے سر پر لگی اور وہ بھی مر گیا باقی ڈاکوؤں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ہمارا سارا مال چھوڑ کر فرار ہوگئے ہم نے گھڑاوں کو دیکھا وہ گیلی تھیں۔ (بہجۃ الاسرار)۔

حضرات گرامی!

یہ واقعہ بھی دلیل ہے کہ سینکڑوں میل دور سے فریادی کی فریاد کو جناب غوث مآبؓ نے سن لیا اور پھر حملہ ور ڈاکوؤں کو دیکھ بھی لیا کہ وہ کہاں ہیں

پھر اتنی دور سے اپنی گھڑاؤں کے ساتھ مار کر انہیں ہلاک کر دیا۔ یقیناً یہ اسی آنکھ، کان اور ہاتھ کے کارنامے ہیں جن میں حضرت رب جلیل کی طاقت و قدرت کی جلوہ فرمائی ہے۔ (حضرت نجم الدین کبریٰ کا لوٹا)۔

حضرات محترم!

حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مشہور واقعہ ہے کہ ان کے مرید حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ پر سکرات کے عالم میں شیطان نے حملہ کیا اور توحید الٰہی کی تین سو ساٹھ دلیلیں جو آپ بیان فرمایا کرتے تھے شیطان نے سب کو توڑ پھوڑ کر رد کر دیا آپ بدحواس ہو گئے۔ حضرت خواجہ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سینکڑوں میل دور وضو فرما رہے تھے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا حال دیکھ کر آپ کو جلال آ گیا اور آپ نے اپنا لوٹا چلا کر شیطان کو مارا اور فرمایا کہ فخر الدین رازی تم کہہ دو کہ میں نے دل سے خدا کو ایک مانا اور مجھے کسی دلیل کی ضرورت نہیں حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کا لوٹا امام فخر الدین کے سرہانے گرا اور امام رازی نے اپنے پیر کی آواز سن لی پھر شیطان سے یہ فرمایا کہ میں نے بغیر دلیل کے اپنے دل سے خدا کو ایک مان لیا ہے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور امام فخر الدین رازی کا خاتمہ بخیر ہو گیا۔ پڑھیے الصلوۃ و اسلام علیک یا رسول اللہ یار کی خوشبو۔

برادران اسلام!

حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ ایک دن آپ خرقان نامی گاؤں کے قریب سے گزرے تو سانس

اوپر کھینچنے لگے جیسے کسی چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہوں مریدوں نے عرض کیا کہ حضور کس چیز کی خوشبو سونگھ رہے ہیں آپ نے فرمایا مجھے اس گاؤں خرقان سے اپنے ایک یار کی خوشبو آرہی ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکایت کو بڑی خوبصورتی سے بیان فرمایا ہے۔

آں شنیدی داستانِ با یزید

کوز حال بوالحسن پیش چہ دید

حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ تم نے خوجہ بایزید بسطامی کی وہ حکایت بھی سنی ہے کہ آپ نے خوجہ ابوالحسن خرقانی کی پیدائش سے برسوں پہلے ان کا حال دیکھ لیا تھا۔

گفت بوئے خویش زیارے می رسد

کاند ریں وہ شہر یارے می رسد

آپ نے فرمایا کہ مجھے اس گاؤں سے اپنے یار کی خوشبو آرہی ہے کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ ولایت پیدا ہونے والا ہے۔ پھر آپ نے سن، مہینہ، تاریخ سب کچھ بتادیا کہ وہ کس وقت پیدا ہوں گے۔ ایک مرید نے عرض کی کہ ان کا نام کیا ہے؟

چیست نامش فگت نامش بوالحسن

حلیہ اش وا گفت زا برو تازقن

بس آپ نے فرمایا ان کا نام بوالحسن ہوگا پھر آپ نے بھوں سے لے کے ٹھوڑی تک کا ان کا حلیہ مبارک صاف صاف بیان فرمادیا کہ ان کی آنکھ ایسی

ناک ایسی اور رخسار ایسے ہوں گے۔ چنانچہ آپ کے بتائے ہوئے وقت اور تاریخ پر خواجہ ابوالحسن خرقان میں پیدا ہوئے۔ روایت ہے کہ جب خواجہ ابوالحسن خرقان رحمۃ اللہ علیہ سنِ شعور کو پہنچے تو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاکر مراقبہ کیا چنانچہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن مزار سے باہر ظاہر ہوئے اور ان کو سینے سے لگا کر اپنی نسبت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مورخین کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے ۳۹ برس بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

برادرانِ اسلام!

یہ ہے اللہ والوں کی بصارت کا عالم جو بچہ ابھی برسوں بعد پیدا ہونے والا ہے اس کی خوشبو سونگھ کر اس کو دیکھ لیا۔ ناک نقشہ اور حلیہ بھی دیکھ لیا اس کے مراتب اور درجات کو دیکھ لیا یہی وجہ ہے کہ حضرت عارف رومی فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء

ازچہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی اولیاء کرام کی نظر کا تو یہ عالم ہے کہ لوح محفوظ اولیاء اللہ کی نظروں کے سامنے رہتا ہے۔ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے کون نہیں جانتا کہ ازل سے ابد تک کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو لوح محفوظ میں نہ لکھی ہو۔

برادرانِ ملت!

سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں، لاکھوں اولیاء اللہ کی ایسی کرامتیں منقول

ہیں کہ انہوں نے سینکڑوں ہزاروں میل دور کی چیزوں کو دیکھ لیا اور اپنا ہاتھ بڑھا کر سینکڑوں ہزاروں میل کی دوری پر تصرف فرمادیا مگر آج کے منکرین اولیاء ان کرامتوں پر تعجب کر کے مذاق اڑاتے ہیں۔ اور ان روایتوں کو بے سر پیر کی لغویات بتاتے ہیں۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید سے بھی منکرین اولیاء کو اسی قسم کی ایک کرامت سنادوں کیونکہ قرآن مجید کی صداقت پر منکرین اولیاء اللہ بھی ایمان رکھتے ہیں۔ آصف بن برخیاؑ کی کرامت۔

حاضرین کرام!

تخت بلقیس کا واقعہ تو غالباً آپ لوگوں نے سنا ہوگا قرآن مجید کی پارہ ۱۹ سورہ نمل میں ہے کہ بلقیس شہر صباء کی رانی تھی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو خط لکھا کہ تم اپنے درباریوں سمیت مسلمان ہو کر میرے دربار میں حاضر ہو جاؤ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے دربار میں بیٹھ کر ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: اے درباریو تم میں کون ایسا ہے کہ بلقیس اور اس کے درباریوں کے مسلمان ہونے سے پہلے ہی بلقیس کا تخت میرے پاس لے آئے ایک بڑا سرکش جن بولا کہ میں وہ تخت آپ کے پاس آپ کا اجلاس برخاست ہونے سے پہلے ہی حاضر کر دوں گا اور آپ یقین فرمائیے کہ مجھے اس کی قوت ہے اور میں نہایت امانت دار ہوں جن کی بات سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلد اس تخت کو لانے کی خواہش رکھتا ہوں اس وقت دربار میں حضرت آصف برخیاؑ بھی حاضر تھے یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر تھے اور

بہت ہی صاحب کرامت ولی اللہ تھے انہوں نے کیا کہا یہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

ترجمہ : انہوں نے عرض کی جس کو کتاب الہی کا علم تھا کہ میں اس تخت کو ایک پلک مارنے سے پہلے ہی حاضر کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت آصف بن برخیاؒ نے ہاتھ بڑھا کر ایک سکینڈ میں تخت بلقیس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر کر دیا۔

پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے ازمائے کہ میں اس کا شکر کرتا ہوں یا نشکری اور جو شخص شکر کرتا ہے اپنے بھلے کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ اور بڑا اکرم والا ہے۔

برادرانِ ملت!

روایت ہے کہ تخت بلقیس اسی (۸۰) گز لمبا اور چالیس (۴۰) گز چوڑا تھا اور سونے چاندی اور جواہرات سے مرصع ومزین تھا اور اتنا وزنی تھا کہ ایک بہت بڑی جماعت اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہٹا سکتی تھی مگر حضرت آصف بن برخیاؒ نے پہلے اتنی دور سے اس تخت کو دیکھا کہ وہ کہاں ہے پھر ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھا لائے سبحان اللہ اور بھی بہت سی کرامتیں اولیاء اللہ کی قرآن مجید سے پیش کی جا سکتی ہیں مگر اس وقت اسی پر اکتفا کرتے ہیں تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن مجید نے ہمیں بتا دیا ایک ولی اللہ کی نظر کا کمال اور اس کے ہاتھوں کی قدرت و طاقت کا عالم ہوتا ہے۔ میرے بزرگو اور دستو !یاد رکھو کہ حضرت آصف بن برخیاؒ نبی نہیں تھے بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ولی تھے اور یہ

بات اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ جتنی عظمت وطاقت والے ہوں گے کیوں کہ یہ مسلمہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ ہر ولی کی کرامت در حقیقت اس کے نبی کا معجزہ ہوا کرتا ہے تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی اللہ کی کرامت کا یہ شان ہے تو پھر حضور خاتم النبین ﷺ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بھی نبی ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کی امت کے اولیاء حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے اولیاء سے افضل واعلیٰ ہی ہوں گے۔ تو اگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی امت اولیاء اللہ اگر ہزاروں کی دوری پر پیدا ہونے والے واقعات اور اشیاء دیکھ لیں سینکڑوں میل دور سے فریادیوں کی فریاد سن لیں اور لوگوں کی فریاد رسی فرمائیں تو اس میں کون سا تعجب کا مقام ہے۔

محترم حاضرین!

اولیاء اللہ کی کرامت حق ہے اور یہ عقائد کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ لہذا اولیاء کرام کی کرامتیں برحق ہیں اس کا انکار اعلیٰ ودرجے کی شقاوت و محرومی اور بدترین بد مزہبیت ہے۔ در حقیقت ان منکرین اولیاء کو خبر نہیں کہ بارگاہِ کبریاء میں اللہ والوں کی مقبولیت و محبوبیت کا کیا عالم ہے۔ اولیاء کرام پر اور خداوند قدوس کا کتنا پیار ہے۔ اس کا اندازہ لگانا ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک حکایت سنئے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ ایک حدیث کا ترجمہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں۔

آمد از حق سوئے موسیٰ ایں عتیب

کائے حلوع ماہ دیدہ تو از حبیب

یعنی خدا کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کچھ تھوڑا سا عتاب ہوا اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تجھ کو یہ معجزہ عطا فرمایا کہ تم اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالتے ہو۔ تو تمہاری ہتھیلی چاند کی طرح چمکنے لگتی ہے۔

مشرقت کروم زِ ایزدی
من حقم ونجور گشتم نامدی

اے موسیٰ علیہ السلام میں نے تمہیں اپنے نور سے جگمگا دیا اور میں تمہارا خدا ہوں لیکن میں بیمار ہو گیا تو تم میرے پاس نہیں آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خداوند قدوس کا یہ عتاب سن کر حیران رہ گئے اور جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا۔

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں
ایں چہ رمزِ ہست یا رب کن بیاں

اے خداوند سبحان تو حرج و مرض ہر قسم کے نقصان سے پاک ہے اور یہ فرمارہا ہے کہ میں بیمار ہو گیا تو اے میرے سبحان تو کس طرح بیمار ہو سکتا ہے میں اس رمز کو نہیں سمجھا الٰہی تو اس راز کو مجھ سے بیان فرمادے۔

گفت آرے بندہ خاص گزیں
گشت رنجور آں منم نیکش لبیں

اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میرا ایک خاص برگزیدہ بندہ بیمار ہو گیا تھا اس کی بیماری کو میں یوں کہہ رہا ہوں کہ میں بیمار ہو

گیا تھا کیوں اس لئے کہ

ہر کہ خوہد ہم نشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

یعنی جو شخص خدا کے ساتھ ہم نشینی کا خواستگار ہو اس کو چاہے کہ وہ اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی صحبت میں بیٹھے۔ اللہ اکبر میرے مسلمان بھائیو غور کرو کہ اولیاء اللہ کی کیا شان اللہ تعالےٰ کے دربار میں اور کس قدر تقرب کتنی مقبولیت و محبویت ہے کہ خداوند قدوس ان کی بیماری کو اپنی بیماری ان کی خدمت کو اپنی خدمت ان کی ہم نشینی کو اپنی ہم نشینی فرمارہا ہے۔

اولیاء اللہ پر خداوند کا پیار۔

میرے بزرگو!

اسی مضمون کی ایک حدیث پاک سن لو حضرت ابو ہریرہؓ روایت فرماتے ہیں حضور رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامیت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں فرمائے گا۔

ترجمہ: اے آدم کے بیٹے میں بیمار ہو گیا تھا تو میری بیمار پرسی کے لئے نہیں آیا بندہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار تو کیسے بیمار ہوتا اور میں کیسے تیری بیمار پرسی کے لئے جب کہ تو سارے جہان کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا لیکن تو اس کی عیادت کے لئے نہیں آیا کیا تجھے علم نہیں اگر تو اس بندے کی بیمار پرسی کے لئے آتا تو تو مجھے اس کے پاس پالیتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

مگر تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا بندہ کہے گا اے میرے پروردگار میں کس طرح تجھ کو کھانا کھلاتا جب کہ تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھ کو علم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو میرے بندے کو کھانا کھلاتا تو تو اس کھانے کو میرے پاس پاتا۔ پھر خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا بندہ عرض کرے گا کہ پالن ہار میں تجھے کس طرح پانی پلاتا جب کی تو سارے عالم کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا خبردار میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا۔ سن، اگر تو اس کو پانی پلادیتا تو اس پانی کو میرے پاس پاتا۔

بہر کیف میرے عزیز دوستو بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں کو بظاہر میلے کچیلے غبار الود ہوتے ہیں مگر آپ کو کیا معلوم کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کتنے مقبول اور محبوب ہوتے ہیں اس لئے حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

توچہ وافی دریں گرد سوارے باشد

یعنی اس دنیا میں میلے کچیلے خاکسار بندوں کو حقارت کے ساتھ مت دیکھو تمہیں کیا خبر شاید اس گرد میں کوئی میدان ولایت کا کوئی شہ سوار چھپا ہوا ہو مثل مشہور ہے کہ کبھی کبھی گدڑی میں بھی لعل ہوا کرتا ہے اس لئے خستہ حال فقراء جو کبھی کبھی کھانا پانی کا سوال کرتے رہتے ہیں ہرگز ہرگز ان کو حقارت کی ساتھ جھڑکنا نہیں چاہیئے بلکہ اگر ہو سکے تو ان کے سوال کو پورا کردینا چاہیئے۔

حضرات گرامی!

آپ یہ حدیث سن چکے کہ اللہ والوں کے بارے میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ یہ محبوبانِ الٰہی اگر خدا سے کسی چیز کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ضروران کی مراد پوری فرماتا ہے۔ (حضرت ذوالنون مصریؒ)۔

محترم برادرانِ! حضرت ذوالنون مصریؒ کی حکایت شاید آپ لوگوں نے سنی ہوگی آپ ایک کشتی میں مسافروں کے ساتھ سفر فرمارہے تھے اتفاق سے کسی مسافر کا بٹوہ گم ہوگیا۔ کشتی میں سب سفید پوش آدمی حضرات بیٹھے ہوئے تھے ایک حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہی میلے کچیلے خستہ حال تھے سب نے آپ ہی پر شک کیااور آخر کار کشتی کے ناخدا نے ڈانٹ کر آپ سے کہا۔

دلق بیرون کن برہنہ شوز دلق

ناز تو فارغ شود اوہام خلق

یعنی گدڑی اتار کر برہنہ ہو جاؤ ہم تمہاری تلاشی لیں گے تاکہ تم پر جو لوگوں کو چور ہونے کا گمان ہے وہ بدگمانی دور ہو جائے۔

حضرت کے قلب پر بڑی ٹھیس لگی اور آپ نے دعا مانگی۔

گفت یا رب ز غلامت راخساں

مہتم کروند فرماں برد سان

اے پروردگار تیرے بندے کو ان کمینوں نے تہمت لگائی ہے اب تو ہی میری برأت کا فرمان بھیج دے۔ پھر کیا ہوا،

چوں بدرو آمد دل درویش زاں

سربروں کروند ہرسو ماہیاں

جب درویش کا دل اس تہمت سے درد مند اور دکھی ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ دریا میں ہر طرف مچھلیاں سر نکالے ہوئے ہیں۔

صد ہزاروں ماہی از دریائے پر

ورد ہانے ہر یکے درے چودر

لاکھوں مچھلیاں بھرے ہوئے دریا میں منہ نکالے ہوئے تھیں اور ہر مچھلی کے منہ میں قیمتی موتی تھے۔

درے چند انداخت در کشتی و جست

مر ہوا را ساخت کرسی و نشست

آپ نے چند موتی مچھلیوں کے منہ سے لے کر کشتی میں ڈال دیئے پھر ہوا میں معلق ہو کر اس طرح بیٹھ گئے۔ جس طرح کوئی کرسی پر بیٹھا ہو۔ کشتی پانی پر چل رہی تھی اور آپ کشتی کے اوپر ہوا میں بیٹھے کشتی کے ساتھ چلے جا رہے تھے کشتی والے آپ کی اس کرامت سے ڈر کر لرزہ براندم ہو گئے اور آپ سے معافی طلب کرنے لگے۔

برادرانِ ملت!

دیکھ لیں آپ نے بارگاہِ کبریائی میں اولیاء اللہ کی محبوبیت کا عالم اس لئے حضرت مولانا روم فرماتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ

تیر جستہ بازی آرزو راہ

اولیاء اللہ کو خداوند قدوس کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ

کمان سے نکلے ہوئے تیر کو اگر چاہئیں تو راستہ میں سے واپس لٹا سکتے ہیں۔

الصلوۃ واسلام علیك یا رسول اللہ

بہر حال میرے بزرگو اور بھائیو! آپ لا خوف علیھم کا مضمون۔ ایک حد تک سمجھ چکے کہ اولیاء اللہ پر کوئی خوف ڈر نہیں ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ اولیاء اللہ اپنی طاقت وقدرت میں جو انہیں خداوند تعالیٰ کی طرف عطا ہوئی ہے تمام اشیاء سے بڑھکر ہیں اور ساری کائنات ان کے زیر فرمان ہے۔ اب اس آیت کریمہ کا اگلے حصے کا ترجمہ بھی سنئیے ارشاد خداوندی ہے کہ ولا ھم یحزنون۔ یعنی اولیاء اللہ کو کوئی بھی غم نہیں ہے نہ دنیا میں ان کے لئے کوئی اور نہ آخرت میں۔ اولیاء اللہ غمگین کیوں نہیں ہوتے اس کا راز بھی سن لیں کسی انسان کو رنج و غم کب اور کیوں ہوتا ہے۔ دیکھیں کسی تکلیف پر یا کسی نعمت کے فوت ہونے پر یا کسی نعمت کے زوال پر عموماً انسان کو غم ہوا کرتا ہے مگر علم النفس کا مسئلہ ہے اگر انسان کو کسی تکلیف کے بعد کوئی بڑی راحت مل جائے یا کسی نعمت کے فوت یا زائل ہونے کے بعد اس سے بہت بڑی نعمت مل جائے تو انسان کا غم غلط ہو جاتا ہے اور اس پر کوئی رنج و غم باقی نہیں رہتا۔ اولیاء اللہ کو چونکہ سب سے بڑی نعمت سب سے بری دولت اور سب سے بڑی لذت یہ مل جاتی ہے کہ انہیں محبوب حقیقی کا وصال مل جاتا ہے۔

اس لئے ان پر کسی تکلیف یا کسی نعمت کے فوت ہونے اور کسی دولت کے برباد ہونے کا کبھی کوئی غم نہیں ہوتا۔ اللہ اللہ مسلمانو سوچو تو سہی کہ جس کو خدا مل گیا بھلا اب اس کو کس چیز کا غم ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وصال کی لذت کو کوئی صاحب حال ہی جانتا ہے جو اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کوچہ یار میں صدا لگاتا پھرتا ہے۔

ہر جفا ہر ستم گوارا ہے　　　اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

برادران ملت!

دنیا کا غم تو کس شمار و قطار میں ہے، آخرت کا غم۔

در حقیقت ایک بہت بڑا غم ہے مگر اولیاء اللہ کو اللہ تبارک تعالیٰ نے آخرت کے غم سے بھی آزاد فرمادیا ہے۔ اب اس بارے میں بھی ایک حدیث شریف آپ سن لیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا، فرماتے ہیں۔

ترجمہ: کہ خدا کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ ہیں جو نہ انبیاء اور نہ شہدا مگر قیامت کے دن خدا کے دربار میں ان کے مراتب و درجات پر انبیاء اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمیں بتائیے وہ کون لوگ ہوں گے حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی رشتہ داری کے اور بغیر کسی مال کے لین دین کے صرف اللہ کی رحمت یعنی اللہ کے دین کی وجہ سے ایک دوسرے سے دینی محبت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ان کے چہرے نور کے ہوں گے۔ اور نور کے منبروں کے اوپر ہوں گے جب سب لوگ ڈر رہے ہوں گے اس وقت وہ بے خوف ہوں گے اور جب سب لوگ غمگین ہوں گے اس وقت وہ بے غم ہوں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون.

ترجمہ : سن لو اولیاء اللہ نہ ان کے پاس کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (مشکواۃ شریف ص ۴۲۶)

عزیزان ملت!

دیکھ لیا آپ نے اولیاء اللہ کی شان کہ آخرت میں بھی ان کے لئے کوئی خوف و غم نہیں ہوگا اب آپ اگلی آیت کا ترجمہ سن لیں۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

الذین امنو و کانو یتقون۔

ترجمہ : یعنی اولیاء اللہ وہی لوگ ہیں جو صاحب ایمان اور متقی ہیں۔

برادرانِ اسلام!

آپ نے سن لیا جو کچھ قرآن مجید نے بتایا کہ ولی کے لئے صاحب ایمان اور متقی یعنی شریعت کا پابند ہونا ضروری ہے اس سے پتہ چل گیا کہ شریعت کی مخالفت کرنے والا ہرگز ہرگز ولی اللہ نہیں ہو سکتا یاد رکھیں یہ قرآن اور حدیث کا ارشاد ہے۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
که ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

حضور ﷺ کے خلاف جس نے راستہ اختیار کیا وہ ہرگز ہرگز کبھی ولایت کی منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز برپئے مصطفے

اے سعدی یہ محال ہے کہ بغیر پیروی محمد ﷺ کے کوئی شخص فقیری کی راہ پا سکے۔ لہذا بزرگوار بھائیو میں بلا خوف الاعلانیہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اس زمانے میں جو سینکڑوں خلاف شرع پیر اور سائیں نظر آتے ہیں۔ فلاں سائیں کے، فلاں شاہ جو داڑھی موچھ منڈائے سر گھٹائے پھرتے رہتے ہیں۔ نہ استنجا نہ طہارت نہ نماز نہ روزہ ۔گانجہ بھنگ اور افیون کی پنگ میں مست قلندر بنے پھرتے ہیں اچھے خاصے ہوش وحواس میں رہتے ہیں اور مجذوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں خدا کی قسم یہ شریعت کے باغی اور فقیری کے دشمن ہرگز ہرگز کبھی ولی اللہ نہیں ہو سکتے ان لوگوں کی بیعت اور ان سے عقیدت قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کسی فاسق کی تعظیم کی جاتی ہے تو غضب خداوندی سے عرش اعظم ہل جاتا ہے۔

بہر حال اب میں آیت کریمہ کے آخری حصہ کا بھی ترجمہ سناتا ہوں۔ اللہ نے اولیاء اللہ پر اپنے انعاموں نواشوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا **لھم لبشری فی الحیوۃ ا الدنیا و فی الاخرۃ لا تبدیل بکلمت اللہ ذلک ھو الفوز العظیم** ۔یعنی ان اولیاء اللہ کے لئے دنیاوی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتی یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے۔ حضرات مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ **فی الدنیا بالکرامۃ و فی الاخرۃ یا لجنسۃ** یعنی اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں اس طرح بشارت ہے کہ خداوند کریم ان کو دنیا میں صاحب کرامت بنائیگا اور آخرت میں انہیں اپنے رضوان و غفران کا شرف عطا فرما کر جنت میں داخل فرمائے گا۔

میرے بزرگو اور بھائیو یہ اولیاء کرام روئے زمین میں خدا کے فضل و احسان کا نشان ہیں ان سے محبت و عقیدت رکھنا علامت ایمان اور ان سے بغض و عناد سراسر خسران حزیان کا سامان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب حضرات کو اولیاء کی محبت اور عقیدت سے سرفراز فرمائے اور دونوں جہانوں میں ان کے فیوض و برکات کی دولت سے مالامال فرمائے۔

(آمین ثم آمین)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وسیلہ عرفانِ الٰہی



مغزقرآن روح ایمان جان و دین
ہست حب رحمت ا للعالمین
مقام خواجہ برتر از مقام است
برون از حد تقدیر بیاں است
عطار ہو رومی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے آہ سحر گاہی

یا ایھا لذین امنو اتقو اللہ وابتقو الہ الوسیلة و جاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون۔

حضرات سامعین! سرکار نامدار احمد مختار شفیع روز شمار کے دربار گوہر بار صلی اللہ علیہ وسلم میں درود سلام کا نذرانہ بہ آواز بلند پیش کریں۔

الصلوة واسلام علیك یا رسول اللہ

برادرانِ ملت!

اس وقت دنیا میں جتنے بھی ادیان و مذاہب ہیں سب کا اصل مقصد یہی بتایا جاتا ہے کہ انسان اللہ تک پہنچ جائے اور اللہ کا بندہ اللہ والا ہو جائے اور یہ واقعہ ہے کہ انسان کی ترقی کی سب سے بڑی معراج یہی ہے کہ انسان قربِ خداوندی کی منزل پر فائز ہو جائے۔ خدا کی قسم اگر جمالِ الٰہی کی ایک تجلی کسی طالبِ مولیٰ کی بندہ نوازی فرمادے۔ تو زمین و آسمانوں کے خزانوں کی دولتیں اس بندے کی جوتیوں پر قربان ہو جائیں اور بڑے سے بڑے تاجدار اس بندے کے دربار میں اپنی مرادوں کی بھیک مانگنے کو سرمایہ افتخار سمجھیں اور اگر اس محبوب بندے کی جوتیوں کا ایک ٹکڑا بادشاہوں اور شہنشاہوں کو نصیب جائے تو وہ اس کو اپنے تاج کا طرہ بنا کر اپنی سربلندی کی معراج پر وجد و رقص کریں۔ مسلمان بھائیو اس بندے کی شانِ بندگی کا کیا کہنا۔ جو دیدارِ خداوندی کی قربِ خداوندی کی معراج ایک بندہ اور اس کے سر پر دیدارِ الٰہی کے شرف کا تاج یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ ہزاروں طالبانِ مولیٰ اس حسرت و تمنا میں اپنے تخت و تاج کو لات مار کر جنگلوں اور بیابانوں میں دیوانہ وار پھرتے رہے اور ایک تجلی کے انتظار اور حسرتِ دیدار میں اپنی قیمتی جانوں کو نثار کر دیا کسی طالبِ مولیٰ نے کیا خوب کہا ہے۔

جنت میں بھیج یا مجھے دوزخ میں ڈال دے

جلوہ دکھا کے پر میری حسرت نکال دے

یعنی اے میرے خدا تو میرا مالک ہے اور میں تیرا بندہ ہوں میں ہر حال میں تیری رضا پر راضی ہوں تجھے اختیار ہے کہ تو مجھے جنت میں ڈال دے یا مجھے

دوزخ میں ڈال دے مگر میرے دل کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مرکز اور میری حسرتوں اور ارمانوں کا مقصود تو صرف اس قدر کہ تو مجھے اپنے دیدار پر انوار کا ایک جلوہ دکھادے ایک بزرگ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہم دوزخ سے اس لئے ڈرتے ہیں اور پناہ مانگتے ہیں کہ وہ خداوند کریم کے قہر و غضب کا مقام ہے اور جنت کے مشتاق وطالب اس لئے ہیں۔ کہ وہ تیری رضاو خوشنودی اور دیدار کا مقام ہے بہر حال جہنم سے بیزاری اور جنت کی طلب گاری دونوں اس جذبے سے ہیں کہ اصلی مقصود باری تعالےٰ کی ذات ہے۔ خیر تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس دنیا میں ہر دین و مذہب والا اپنا اصلی مقصد یہی بتاتا ہے کہ کسی طرح انسان خدا تک پہنچ جائے اور کسی طریقے سے اللہ کا بندہ اور اللہ والا بن جائے چنانچہ ہر دین و مذہب والوں نے اپنے اپنے نظریات کے متابق خداوند کریم تک پہنچنے کا راستہ بتایا ہے دوسرے مذہب وادیان کے بتائے راستے کون ہیں اور کیسے ہیں ؟

میں اس وقت اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتا بلکہ میں اس وقت یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے مقدس دین یعنی اسلام نے خدا تک پہنچنے کا جو سیدھا اور صاف راستہ بتایا وہ آپ کے سامنے پیش کردوں۔

برادرانِ گرامی !

قرآن مجید کی جو ایک آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں رب العالمین نے اسی مضمون کو ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند کریم تک پہنچنے کا راستہ کیا ہے ؟ اور خداوند قدوس کا بندہ بارگاہ کبریاء میں کس طرح مقرب ہو کر اللہ والا بن سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداندی ہے۔

"یا ایھا الذین امنو انتقو اللہ وابتضو ا الہ الوسیلۃ و جاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون"۔

یعنی اے ایمان والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں مجاہدہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حضرات گرامی!

اس آیت کریمہ نے بتا دیا کہ فلاح یعنی اللہ تک پہنچنے کے لئے چار منزلوں کی ضرورت ہے جن کو طے کرنا ضروری ہے۔ یہ چاروں منزلیں کون کون سی ہیں۔ 'یا ایھا الذین امنو' سب سے پہلے ایمان کی منزل ہے۔ 'اتقو اللہ دوسری منزل خوف الہی کی ہے۔ وابتقو الہ الوسیلۃ تیری منزل ہے وسیلہ اختیار کرنا۔ وجاھدوا فی سبیلہ چوتھی منزل مجاہدہ کرنا ہے۔

پہلی منزل ایمان۔ برادران ملت! ایمان یہ لفظ تو ہم اور آپ زیادہ بولتے اور سنتے رہتے ہیں مگر کبھی آپ نے اس پر غور کیا کہ ایمان کے معنی کیا ہیں؟

میرے بزرگو اور دوستو! یہ بڑی عظمت والا لفظ ہے ایمان کیا چیز ہے یاد رکھو کہ ایمان ہی تو شریعت طریقت حقیقت و معرفت تمام کمالات انسانیت کی جان ہے۔ یہی ایمان ہی تو دین محمد ﷺ کی رفیع الشان عمارت کا سنگ بنیاد ہے یہ ایمان ہی تو وہ دولت بے بہا ہے جس کی تحصیل بقا کے لئے تمام انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے خدا کی قسم سارے جہان میں ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی انمول دولت ہی نہیں مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ ہم مسلمان ایمان

کو سمجھتے ہی نہیں اور نہ کبھی اس حقیقت پر غور ہی کرتے ہیں بلکہ ہم لوگ اس لفظ کو اس قدر جا و بیجا استعمال کرنے لگے ہیں کہ سچ پوچھو تو یہ یہ لفظ ہی مردہ ہو جایا کرتے ہیں۔ میرے بھائیو یہ واقعہ ہے بعض الفاظ غلط استعمال کرنے سے مردہ ہو کر رہ گیا ہے۔ دیکھ لیجئے ایک لفظ ہے ''حق'' یہ لفظ کتنا باوزن کس قدر جاندار اور کتنا پر معنی ہے۔ مگر آجکل اس کا استعمال اتنا غلط ہونے لگا ہے کہ خدا کی پناہ۔ کچہری اور تھانے، کینٹ، بورڈ ہو یا جنگلات کا سپائی اور بلکل خلاف قانون قطعاً غلط بلکہ حق وانصاف کا خون کرنے والا کام کرا لیجئے مگر وہ لوگ ہاتھ پھیلا کر کہیں گے کہ جناب میرا حق تو دے کر جائیں دیکھا آپ نے ''لے رہا ہے ناحق'' مگر اس کا نام رکھا ہے حق اب آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ جب لفظ ''حق'' معنی غیر میں استعمال ہو تو لفظ مر گیا یا نہیں اور بلکل یہ ہی حال لفظ ایمان کا ہے۔ ''ایک چار سو بیس پکا ابلیس کافر'' اگر اتفاق سے اگر اس نے سودے کے دام ٹھیک بتا دئے تو ہم کہتے ہیں کہ بڑا ایماندار ہے۔ سبحان اللہ کافر اور ایماندار'' آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ لفظ ایمان مر گیا یا نہیں؟ بھلا سوچیں تو سہی کہ کہاں کفر اور کہاں ایمان۔

برادرانِ ملت!

اصل بات یہ ہے کہ ہم لفظ ایمان کی عظمت شان سے واقف نہیں ہیں ہمارا ذہن اسلامی اس لفظ کے مفہوم و معانی کی لذتوں سے ذوق آشنا ہی نہیں اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ پہلے ایمان کے معنی سمجھ لیجئے، سنئے۔ ایمان عربی زبان کا لفظ ہے اس کا اردو میں ترجمہ یہ ہے ''مان لینا'' قرآن مجید میں جابجا آیا ہے

کہ ' امنو باللہ و رسولہ' ، ' یعنی اللہ اور رسول کو مان لو'۔

حاضرین کرام!

اللہ ورسول کو جان لینا اور پہچان لینا یہ اور بات ہے اور جان پہچان کر بھر دل سے مان لینا یہ اور بات ہے یاد رکھئے کہ اللہ و رسول کو صرف پہچان لینے سے ہرگز ہرگز کوئی مومن اور صاحب ایمان نہیں ہوتا۔ مومن صاحب ایمان تو اللہ رسول کو مان لینے سے ہوا کرتا ہے۔ قرآن گواہ ہے کہ ' یعرفوله کما یعرفون ابناھم ' یعنی یہود و نصاریٰ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں پہچانتے تھے جس طرح اپنے بیٹوں کو جانتے پہچانتے تھے مگر یہود و نصاریٰ صاحب ایمان نہیں ہوئے کیوں۔ اس لئے کہ وہ رسول کو صرف جانتے پہچانتے تھے مگر مانتے نہیں تھے تو میرے بزرگو اور بھائیو اچھی طرح سمجھ لو کہ ایمان نام ہے اللہ اور رسول کو مان لینے کا اور یہ مان لینا کوئی معمول بات نہیں ہے یہ بہت بڑی بات ہے ماننے والے کی شان ہی کچھ اور ہی ہوا کرتی ہے۔ مان لیا تو پھر مان لیا۔ ماننے والا جب کسی کو مان لیتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اس کو برگشتہ نہیں کر سکتی۔ پروانہ شمع کو مان گیا۔ بلبل پھول کو مانے ہوئے ہے۔ چکور چاند کو ماننے والا ہے تو کیا دنیا میں کوئی ایسی طاقت ہے؟ جو پروانے کو شمع سے متنفر کر دے یا کوئی بلبل کو پھول کی محبت سے توبہ کرا دے کیا دنیا میں کسی کو یہ طاقت ہے کہ چاند دیکھ کر چکور کی مستانہ اڑان کو روک دے نہیں ہرگز نہیں۔ تو پھر سمجھ لو کہ اللہ والے اللہ اور رسول کے ماننے والے کی شان اور اس کی آن بان کا کیا عالم ہوگا۔ ہزاروں آندھیاں چلیں، سینکڑوں طوفان آئیں، زمین پھٹ جائے آسمان ٹوٹ جائے مگر

کیا مجال ہے کہ ایک مومن کا اللہ ورسول کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے۔ مومن اپنا تخت تاج اپنی بادشاہی و شہنشاہی اپنا مال اپنی اولاد اپنی جان ہر چیز قربان کر دے گا مگر اللہ ورسول کے ساتھ اپنی والہانہ گرویدگی و محبت جس کا نام ایمان ہے ہرگز ہرگز ایک سچا مسلمان اس کو برباد کرنا گوارہ نہیں کر سکتا۔ بڑے سے بڑا خوف بڑی سے بڑی امیدیں اور لالچ بھی ایک صاحب ایمان کو اس کے ایمان کے قدم کو متزلزل نہیں سکتیں، صحابہ کرامؓ کی مقدس پیٹھوں پر کوڑے برسائے گئے، چٹائیوں میں لپیٹ کر ان کے ناکوں میں دھویں پہنچائے گئے۔ انگاروں پر لٹائے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے مگر زمین و آسمان گواہ ہے خدا کی خدائی گواہ ہے، خداوند کریم خود گواہ ہے باوجودیکہ ان کے ایمان کو برباد کرنے کیلئے کافروں نے ہر قسم کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے مگر یہ اللہ ورسول کے ماننے والے اور توحید ا رسالت کے متوالے ایک بال کے کروڑویں حصے کے برابر بھی جادہ ایمان سے منحرف نہیں ہوئے بلکہ صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر اپنے ایمان پر قائم رہے۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی استقامت، معزز حضرات! مجھے اس وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل کو ہلا دینے والا عبرت آموز واقعہ یاد آگیا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ اسی مجاہدین کے ساتھ جنگ شام میں رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ ہرقل بادشاہ روم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طرح طرح کا لالچ دے کر ورغلایا بلکہ یہاں تک کہا کہ اے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم عیسائی دین قبول کر لو تو میں اپنی پیاری بیٹی سے تمہاری شادی کر دوں گا

اور اپنی آدھی سلطنت کا تم کو بادشاہ بنا دوں گا، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتہائی حقارت کے ساتھ ہر قل کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور فرمایا اے ہر قل! تمہاری بیٹی اور آدھی بادشاہی کو اللہ و رسول کی محبت پر قربان کرتا ہوں۔ بادشاہ نے انتہائی برہم ہو کر دھمکی دی اور کہا اے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر تم نے عیسائی دھرم قبول نہیں کیا تو میں تم سب لوگوں کو کڑاہی کے کھولتے ہوئے تیل کے اندر ڈال کر جلا دوں گا۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اے ہر قل تیری ایسی ایسی لاکھوں دھمکیاں بھی ہمیں دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہٹا سکتیں اور تو کان کھول کے سن لے۔ جب تک ہمارے جسم اور خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس باقی رہے گی، ہم اسلام پر قائم رہیں گے اور ہر گز ہر گز ہم کبھی بھی نصرانی دین قبول نہیں کر سکتے، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقریر سن کر بادشاہ ہر قل مارے غصے کے سرخ ہو گیا اور حکم دیا کہ ایک دیگ میں تیل ڈال کر پکایا جائے اور اسی کھولتے ہوئے تیل میں ان مجاہدین اسلام کو ڈال دیا جائے، چنانچہ جب دیگ میں تیل کھولنے لگا تو ہر قل نے کہا کہ پہلے قید خانہ سے ایک مجرم کو لا کر عبداللہ بن حذافہ کے سامنے کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دو، چناچہ ایک قیدی کو لایا گیا اور کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا وہ ایک لمحہ میں اس طرح جل بھن گیا کہ ہڈیوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا، اس کے بعد حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جلادوں نے کھولتے ہوئے تیل میں ڈالنا چاہا، تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے، ہر قل نے

پوچھا اے عبداللہ تم روتے کیوں ہو؟ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے ہر قل تم ہر گز ہر گز کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ میں جان کے ڈر سے رو رہا ہوں، توبہ توبہ، حساشا و کللا؟ اے ہر قل میں تو اس وقت اس خیال سے رو پڑا ہوں کہ افسوس میری ایک ہی جان ہے جو راہ مولیٰ میں قربان ہو رہی ہے، حیف صد حیف، کہ اگر دربار خداوندی میں یہ میرا کتنا حقیر تحفہ ہے کاش مجھے ہزاروں، لاکھوں جانیں ملی ہوتیں اور میری ہر ایک جان اسی طرح میرے مولیٰ کی راہ میں قربان ہوتیں تو شاید میرے لئے رضائے مولیٰ کا کچھ سامان ہو جاتا۔ بادشاہ حضرت عبداللہؓ کے استقلال سے حیران اور ان کی تقریر سے اتنا متاثر ہوا اور جلادوں کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو بند کر دو، اتنے میں امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا مشہور فرمان شاہ ہر قل کے نام آگیا۔ کہ میرا یہ خط ملتے ہی تم عبداللہ بن حذافہؓ سہمی کو رہا کر دے اگر تو ایسا کریگا تو تیرے لئے بہتر ہوگا ورنہ میں تیرے پاس ایسے جو نمردوں کی فوج بھیج دوں گا جنہیں کوئی بیوپار اور تجارت ذکر الٰہی اور نماز سے روک نہیں سکتی۔ ہر قل حضرت عمر فاروقؓ کے فرمان والا شان کو پڑھکر خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گیا اور عبد بن حذافہؓ کو اسی مجاہدین کے ساتھ رہا کر دیا، (اسد الغابہ)

مسلمانو! آپ نے دیکھا کہ ایمان پر استقامت کی بدولت حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان بھی بچ گئی اور ان کا ایمان بھی سلامت رہا۔

"مجاہد دولہا اور جنتی براتی"

حضرات گرامی!

مجاہدین کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈالنے کا ذکر آگیا تو مجھے تین بھائی جو اعلیٰ درجہ کے بہادر ور سوار تھے اور بہترین مجاہد تھے رومیوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔بادشاہ روم نے ان تینوں نوجوانوں کی خوبصورتی اور جوانی سے متاثر ہو کر کہا تم لوگ اگر نصرانی ہو جاؤ تو میں اپنی شہزادیوں سے تمہارا نکاح کر دوں گا اور تم تینوں کو بادشاہت بھی عطا کر دوں گا، تین بھائیوں نے انکار کر دیا تو بادشاہ نے تین دیگوں مین روغن زیتون پکانے کو حکم دیا، تین دن تک تیل کھولتا رہا اور روزانہ ان تینوں کو دکھایا جاتا رہا کہ یا تو نصرانیت قبول کر لو یا اس کھولتے ہوئے تیل میں غوطہ لگاؤ۔ مگر یہ ایمان کے مجسمے پہاڑوں کی طرح ایمان پر مستحکم رہے، پہلے بڑے بھائی کو ظالموں نے تیل میں ڈالا، پھر منجلے بھائی کو بھی کھولتے ہوئے تیل میں ڈبو دیا اور دونوں بھائیوں نے یا محمد ﷺ کا نعرہ لگاتے ہوئے کھولتے ہوئے تیل میں غوطہ مارا اور شہادت سے سرفراز ہو گئے جب کھولتے ہوئے تیل میں غوطہ مارا اور شہادت سے سرفراز ہو گئے جب چھوٹے بھائی کو دیگ کے قریب لایا گیا تو بادشاہ کے درباری کو رحم آگیا اور اس نے کہا اے بادشاہ اس کو چالیس دنوں کی مہلت دو میں اس میں بہلا پھسلا کر نصرانی بنالوں گا، درباری اس مجاہد کو اپنے گھر لایا اور اپنی خوبصورت جوان لڑکی کو اس کے پاس رکھ دیا تاکہ وہ لڑکی اس مجاہد کو اپنے حسن پر فریفتہ کر کے نصرانی بنالے گی مگر یہ متقی مجاہد دن بھر روزہ رکھتا اور ساری رات نوافل پڑھتا، درباری کی لڑکی اس مجاہد سے تقویٰ اور عبادت سے اس قدر متاثر ہوئی کہ وہ اس مجاہد پر خود عاشق ہو گئی اور کلمہ

پڑھکر مشرف بہ اسلام ہو گئی اور رات کو دو گھوڑے لا کر مجاہد سے کہا کہ ہم دونوں اس شہر سے دور نکل جائیں اور وہاں ہم نکاح کر کے ایک ساتھ رہیں گے، چنانچہ یہ دونوں وہاں سے اسطرح نکل گئے کہ رات کو سفر کرتے اور دن کہیں چھپ رہتے، یہاں تک کہ یہ دونوں ایک رات چلے جا رہے تھے کہ چند سواروں کے گھوڑے دوڑانے کی آواز آئی۔ مجاہد نے قریب پہنچ کر دیکھا تو وہ اس کے دونوں بھائی تھے جو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیئے گئے تھے اور ان کے ساتھ چند فرشتوں کی جماعت بھی تھی، مجاہد نے اپنے دونوں بھائیوں کو سلام کیا اور حال دریافت کیا تو وہ دونوں کہنے لگے کہ بس ہم نے تیل میں ایک غوطہ لگایا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اب ہم اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہاں آئے ہیں تاکہ اس نیک لڑکی کے ساتھ تمہارے نکاح میں شرکت کریں۔ چنانچہ دونوں شہید بھائیوں نے فرشتوں کے ساتھ شرکت کی اور پھر روانہ ہو گئے اور یہ دولھا دولھن سلامتی کے ساتھ ملک شام پہنچ گئے۔ (اشرح اصدور)

مسلمانو!

دیکھو یہ ہے ایمان کی شان کہ کھولتے ہوئے تیل میں یا محمد ﷺ کا نعرہ لگاتے ہوئے کود پڑے اور جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔ مگر افسوس کہ آج مسلمان اسمبلی اور پارلیمنٹ کی کرسی کیلئے قرآن مجید کی آیۃ الکرسی کو بیچ ڈالتا ہے، صرف حکومت کی خشنودی کیلئے کفار و مشرکین کے مرگھٹوں پر پھول چڑھاتا پھرتا ہے اور اسلامی شعائر کو کفار و مشرکین کے چشم کے اشاروں پر برباد و گارت کر رہا ہے، آہ، آہ، مسلمانوں کہاں ہمارے ان اسلاف جیسے مجسمہ ایمان؟ اور کہاں

آج کل کے غارت گر ایمان ؟ افسوس ہائے افسوس ؟

ہائے گزری ہوئی شوکت میرے ایمانوں کی
گردنیں خم تھیں کلیسا کے نگھبانوں کی
کیا قیامت ہے کہ اب ناقہ سواراں عرب
پیروی کرتے ہیں کفار حدی خوانوں کی
اب خدا ہی میری کشتی کو بچائے تو بچے
ظلمتیں یاس کی ہیں شام ہے طوفانوں میں

بہر کیف برادران اسلام !بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ دربار خداوندی میں رسائی کی چار منزلوں میں سے پہلی منزل ایمان ہے یاد رکھے کہ کوئی بے ایمان ہر گز ہر گز خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔

لہذا میرے عزیز بھائیو !اگر خداوند کریم تک پہنچنے کی آرزو ہے تو پہلے صاحب ایمان اور کامل مسلمان بن جاؤ،

الصلوٰۃ واسلام علیک یارسول اللہ

دوسری منزل خوف الٰہی ؟ میرے دوستوں ایمان کے بعد دوسری منزل کیا ہے اب اس کو بھی سن لیں۔

ارشاد ربانی ہے :

" اتقو الله" یعنی تم لوگ خداوند سے ڈر۔ سبحان اللہ

خوف خداوندی کا کیا کہنا ؟ میرے عزیز بھائیو، یاد رکھو کہ نیکی کا سرچشمہ خدا سے ڈرنا ہے۔ جو خداوند کریم سے ڈرے گا وہ رات کے اندھیرے

میں بند کوٹھڑی کے اندر بھی گناہ سے بچے گا اور نیک عمل کرے گا اور جس دل میں خوف الٰہی نہیں ہوگا، وہ مکان میں، میدان میں، تنہائی میں، مجمع میں، ہر جگہ گناہ کرے گا اور کہیں بھی نیک عمل نہیں کرے گا۔

میرے دوستو! خوف الٰہی کا بڑا مرتبہ ہے، چنانچہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

ترجمہ: یعنی جو شخص اپنے خدا کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو نفسیانی خواہشوں سے روک لیا تو یقیناً جنت میں اس کا ٹھکانا ہے۔

میرے بزرگو: بخاری شریف کی حدیث ہے کہ پہلی امتوں میں ایک، ایسا مومن تھا جس نے اپنے لڑکوں کو مرتے وقت وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو تم لوگ میری لاش کو جلا دینا اور میری راکھ کچھ دریا میں ڈال دینا اور کچھ خشکی میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس کے لڑکوں نے وصیت پر عمل کیا لیکن فوراً ہی پروردگار عالم نے اس کے تمام ذرات کو جمع کر دیا، اس سے دریافت فرمایا کہ اے میرے بندے تو نے ایسی وصیت کیوں کی تھی؟ تو اس بندے مومن نے عرض کی کہ الٰہی میں نے تیرے خوف سے ایسا کیا تھا میں نے اپنی ناقص عقل سے یہ سمجھا تھا کہ میرے جسم کے ذرات بکھر جائیں گے تو پھر میں خدا کے دربار میں حاضری سے بچ جاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا! اے میرے بندے تیرے اس خوف الٰہی کی وجہ سے میں نے تجھ کو بخش دیا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۰۷)

برادران اسلام!

خوف الٰہی کا رتبہ سننا چاہتے ہو تو حضرت امام غزالیؒ سے پوچھو، جو

شریعت وطریقت دونوں سمندروں کے تیراک اور جامع الفریقین و مجمع البحرین ہیں۔وہ کتاب کتاب منہاج العابدین میں جو تصوف کے چار درجات کاذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تمام انسان مردہ ہیں، زندہ صرف وہی لوگ ہیں جن کے سینوں میں علم نبوت کی روح ہے، علما اگرچہ زندہ ہیں مگر سب سو رہے ہیں، جاگتے صرف وہی علماء ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے والے بھی سب کے سب گھاٹے میں ہیں، نفع اٹھانے والے صرف وہ لوگ ہیں جن کے عمل میں اخلاص بھی ہے اور عمل میں اخلاص رکھنے والے بھی سب کے سب خطرے میں رہتے ہین اور تمام خطرات سے نجات پانے والے وہی ہیں، جو علم ،عمل اور اخلاص کے باجود خداوند کریم سے ڈرتے رہتے ہیں۔

برادران ملت!

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تصوف کے چار درجے ہیں پہلا درجہ علم وشریعت ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا یعنی علماء کے سوا تمام لوگ مردہ ہیں حالانکہ یہ سمجھنے کی بات ہے،لوگ کھاتے پیتے بھی ہیں سوتے جاگتے بھی ہیں چلتے پھرتے بھی ہیں۔مگر پھر بھی سب کے سب مردہ ہیں یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہ کھانے پینے،سونے جاگنے اور چلنے پھرنے کانام اہمانی زندگی ہے۔کھانا پینا،سونا جاگنا چلنا پھرنا یہ تو حیوانی زندگی کے آثار ہیں ؟ایمانی زندگی تونہیں درحقیقت دل کی زندگی ہے۔درحقیقت اسکی روح علم نبوت ہے اس لئے قرآن مجید نے فرمایا ہے،

ترجمہ : کیا علم والے اور بے علم دونوں برابر ہو سکتے ہیں ؟ نہیں ہر گز نہیں کیونکہ علم والے زندہ ہیں اور بے علم مردہ ہیں اور زندہ مردہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ لہذا خوب سمجھ لو کہ بغیر علم نبوت کے دل کی زندگی محال ہے اور یہی وجہ ہے کہ تصوف کا سب سے پہلا درجہ علم ہے چنانچہ کسی عارف نے فرمایا :

علم ہی جب نہیں تم میں تو عمل کیا ہو گا
جس خیاباں میں شجر ہی نہیں پھل کیا ہو گا

اب علم کے اوپر دوسرا درجہ عمل کا ہے، جس کو حضرت امام غزالیؒ نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے :

یعنی تمام علماء سو رہے ہیں ،بیدار صرف وہی علماء ہیں جو عمل کرنے والے ہیں۔

حضرات گرامی ! علم کے بعد عمل بڑی اہم چیز ہے اور بے عمل کیلئے بڑی سخت وعید ہے۔ قرآن مجید میں بے عمل عالموں کی بڑی عبرت خیز مثال بیان فرماتے ہوئے، خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ہے :

ترجمہ قرآن : یعنی جن لوگوں کو توریت کا علم دیا گیا پھر ان لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا تو ان کی مثال اس گدھے جیسی ہے جو کتابوں کا بوجھ اپنے اوپر لادے ہوئے ہے۔

حضرت شیخ سعدیؒ اس آیت کے مضمون کا کتنے حسین پیرائے میں ترجمہ فرماتے ہیں :ـــ

علم چنداں کہ بیشتر خوانی چو عمل در تو نیست نادانی

یعنی تم کتنا ہی زیادہ سے زیادہ علم پڑھ لو لیکن اگر تم میں عمل نہیں ہے تو تم بے علم ہو اور نادان ہو۔

نہ محقق بود نہ دانش مند — چارپائے بر د کتابے چند ہا

یعنی نہ محقق ہو سکتے ہو تم نہ دانش مند کہلا سکتے ہو بلکہ تمہاری مثال ایسی ہے جیسے چوپائے کے اوپر چند کتابیں لدی ہوتی ہیں۔

آن تہی مغز راچہ علم وخبر — کہ بروہیزم است یا دفتر

یعنی اس خالی مغز چوپائے کو کچھ علم وخبر نہیں کہ اس کی پیٹھ پر لکڑی لدی ہوئی ہے یا کتابوں کا دفتر ہے ؟

بزرگان ملت! اس بے عملی اور بد اعمالی کی دور میں علماء حق کے نمونے آپ کو کہاں سے دکھائے جا سکتے ہیں جو علوم نافعہ اور اعمال صالحہ کے خزانوں سے اور دولت سے مالا مال تھے۔ (چند باعمل علماء حق)

حضرات!

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درس فقہ و حدیث اور فتویٰ کی بے پناہ مصروفیات تھیں۔ پھر کپڑوں کی تجارت بھی کرتے تھے اور صاحب اہل وعیال بھی تھے مگر چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے رہے، اور ساری رات نوافل میں مشغول رہتے۔ جیل خانہ کی جس کوٹھڑی میں آپ کی وفات ہوئی اس کوٹھڑی میں آپ نے سات ہزار ختم قرآن مجید پڑھا، عمر بھر نہ کبھی جھوٹ بولا، اور نہ کبھی کسی کی غیبت کی اور نہ کوئی مشتبہ لقمہ کھایا، حضرت امام احمد بن

حنبلؒ، حدیث شریف کادرس دیتے تھے اور فتویٰ بھی لکھتے تھے۔ ان مصروفیاتیوں کے باوجود روزانہ بلاناغہ تین سو رکعت نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت ابو بکر بن محمد انصاریؒ چالیس برس تک رات میں بستر میں سے پیٹھ نہیں لگائی۔ تمام رات نوافل پڑھتے تھے اور اتنا طویل سجدہ کرتے تھے کہ ان کی پیشانی اور ناک پر سجدوں کا بہت نمایاں نشان پڑ گیا تھا، حضرت ابو بکر بن عیاش کوفیؒ کی وفات کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں تو آپ نے فرمایا میری بیٹی تم روتی کیوں ہو؟ کیا تم ڈرتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نذر تمہیں کیا خبر کہ میں نے اپنے مکان کے صرف ایک کونے میں چوبیس ہزار ختم قرآن مجید پڑھا ہے۔ حضرت بشر بن مفصلؒ روزانہ چار سو رکعت نفل پڑھتے تھے اور تمام عمر صوم داؤدی کے پابند رہے۔ یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرتے تھے، حضرت شابت بن اسلم بنانیؒ رات بھر نوافل پڑھتے تھے اور روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور ہمیشہ روزہ دار بھی رہتے اور صبح کو یہ دعا بھی مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ اگر تو کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت فرمائے تو مجھ کو ضرور یہ توفیق دینا کہ میں اپنی قبر میں نماز پڑھتا رہو، چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہوئی، آپ دفن کے بعد اچانک نیچے کی ایک اینٹ ٹوٹ گئی اور قبر میں سراخ ہو گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ تو آپ کی مشہور کرامت ہے کہ مدتوں تک آپ کی قبر مبارک سے تلاوت قرآن کی آواز آتی تھی۔ ان واقعات کی تفصیل کیلئے کتاب اولیاء رجال الحدیث پڑھو۔

برادران اسلام! علماء سلف کیسے عالم باعمل تھے اگر اس کے نمونے آپ

کو سناتا رہوں تو یہ کتاب طویل ہو جائے گی۔

اخلاص: یاد رکھیں کہ تصوف کا تیسرا درجہ اخلاص ہے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

علم بھی پڑھا عمل بھی کیا مگر پھر بھی سراسر نقصان ہی نقصان میں رہیں گے۔ نفع میں صرف ہو عمل کرنے والے رہیں گے جن کے عمل میں اخلاص بھی ہو، عمل بھی ہو، عمل کی مقبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے، بغیر اخلاص کے کوئی عمل بارگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوتا۔

اخلاص کیا ہے؟

محترم حاضرین!

اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ جو بھی عمل کیا جائے صرف صرف خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے کیا جائے، مگر یا ریاء کیلئے یا شہرت یا لزت نفس کیلئے جو عمل کیا جاتا ہے، وہ ہرگز ہرگز خداوند کریم کے دربار میں مقبول نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں اسطرح اخلاص کا حکم فرمایا ہے:

ان صلاتی ونسکی ومحیاتی ومماتی للہ رب العالمین

ترجمہ: اے محبوب آپ فرمادیں کہ میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت صرف اللہ کیلئے ہے، ایک قاری، ایک سخی اور شہید۔

میرے بزرگو اور بھائیو! مجھے اس وقت ایک حدیث شریف یاد آگئی ہے، جب حضرت ابو ہریرہؓ اس حدیث پاک کو روایت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے اور قال اللہ کہا اور بے ہوش ہو گئے، اس طرح تین مرتبہ قال رسول اللہ کہا اور

بے ہوش ہو گئے پھر جب سنبھلے تو یہ حدیث بیان فرمائی کی قیامت کے دن ایک قاری اور ایک سخی اور ایک شہید دربار خداوندی میں پیش ہوں گے ، خداوند عالم قاری سے سوال فرمائے گا کہ اے میرے بندے یعنی میں نے تجھ کو اپنی قسم قسم کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا، تو نے میرے نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا؟ قاری عرض کرے گا ، خداوند کریم میں نے علم پڑھا اور دسروں کو پڑھایا تبلیغ کی، پھر خداوند عالم فرمائے گا اچھا اے میرے بندے اتنا اور بتادے یہ ساری خدمات تو نے میری رضا کیلئے کی تھیں یا اس لئے تو نے یہ کارنامے کئے تھے کہ دنیا میں لوگ تجھے قاری کہیں گے یا حافظ صاحب کہیں گئے۔ خداوند کریم فرمائے گا، اے میرے بندے تمہاری یہ مراد تو میں نے پوری کر دی ہر شخص تجھے قاری اور حافظ کہلایا؟ اب میرے دربار میں تمہارے لئے کوئی جزا نہیں۔ اور اس قاری صاحب کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے، پھر سخی سے خداوند عالم سوال کرے گا، اے میرے بندے تو نے میری عطا کردہ نعمتوں کا کیا شکر ادا کیا تو وہ عرض کرے گا اے میرے پرودگا میں نے ہر نیک کام میں اپنی دولت خرچ کی۔ اللہ تعالٰی فرمائے گا اتنا اور بتادے تیری نیت کیا تھی میری رضا کیلئے تو دولت خرچ کرتا تھا سخاوت کرتا تھا یا اس نیت سے تو سخاوت کرتا تھا کہ دنیا والے تجھے سخی کہیں۔ سخی عرض کرے گا اے میرے مولٰے میری نیت یہ تھی کہ لوگ مجھے سخی کہیں پھر اللہ تعالٰی فرمائے گا کہ یہ تیری مراد میں نے تو دینا میں ہی پوری کر دی کہ ہر چھوٹا بڑا تجھے سخی کہتا تھا؟ اب تیرے لئے میرے پاس کوئی جزا نہیں۔ اور اس سخی کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔

پھر شہید کو اللہ تعالیٰ یہی سوال فرمائے گا کیا تو نے میری نعمتوں کا شکریہ ادا کیا وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار میں نے جہاد کیا اور تیری راہ میں لڑتے لڑتے اپنے خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس قربان کر کے شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ میری رضا کیلئے سر کٹایا تھا یا دنیا میں بہادر کہلانے کی نیت تھی تو وہ شہید عرض کرے گا کہ اے پروردگار میری یہ نیت تھی کہ لوگ مجھے بہادر کہیں، رب العزت فرمائے گا اے میرے بندے تیری جو نیت تھی وہ تو میں نے دنیا ہی میں پوری کر دی، اپنے تمام بندوں سے تجھے بہادر کہلایا اب جا تیرے لئے میرے پاس کوئی جزا نہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے فرشتو! اس کو بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں داخل کردو۔

برادران ملت!

دیکھا آپ نے قاری، سخی اور شہید تینوں اپنے اپنے اعمال صالحہ کے باوجود اس لئے جہنم میں ڈالے گئے کہ ان کے اعمال میں اخلاص نہیں تھا بلکہ یہ لوگ ریاکاری اور شہرت کے طالب تھے، اس لئے حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ عمل کرنے والے بھی گھاٹے میں ہیں۔ صرف ان لوگوں کا عمل نفع بخش ہوگا، جن کے اعمال میں اخلاص ہوگا۔

شیر خدا کا اخلاص:

معزز حضرات! صحابہ اکرامؓ اپنے اعمال میں کیسے پیکر اخلاص تھے اس کا بھی ایک نمونہ دیکھ لیں، فاتح خیبر حضرت علی شیر خداؓ ایک مرتبہ میدان جہاد میں ایک کافر پہلوان کے مقابلے کیلئے گئے، پہلوان آپ پر تلوار سے دو خطرناک وار

کئے مگر اس کے دونوں وار خالی گئے، اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حملے کی باری تھی، آپ نے ذوالفقار کی ایک چمکی دی اور ناگہاں حریف کا پٹکا پکڑ کر آپ نے جو ایک جھٹکا دیا تو پہلوان بد حواس ہو کر گھوڑے کی زین سے زمین پر گر پڑا، آپ جھپٹ کر اس کی چھاتی پر سوار ہو گئے اور قدرت پکار اٹھی۔

شاہ مرداں شیر یزداں قوت پروردگار

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

آپ کیلئے آسان ہو گیا تھا کہ اس کا سر کاٹ لیتے لیکن اتنے میں اس بد نصیب نے کیا حرکت کی، حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

او خیو انداخت بر روئے علی افتخار دہر نبی ہر دل

اس ظالم نے شیر خدا کے مقدس چہرے پر تھوک دیا جس چہرہ پر تمام انبیاء کو فخر ہے کہ علی شیر خدا جیسا دلدل سوار ہمارا فرماں بردار ہے۔ اور تمام اولیاء اللہ کو بھی فخر ہے کہ شیر خدا جیسا سید الاولیاء ہمارے مولیٰ ہیں، جونہی اس نے آپ کے چہرہ پر تھوکا آپ نے تلوار کو میان میں رکھ کر فرمایا جا اب میں تمہیں قتل نہیں کروں گا، پہلوان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ اے علی! میں اس فلسفہ کو نہیں سمجھا کہ تم نے مجھ جیسے دشمن اسلام کو قابو میں پاکر اس طرح کیوں چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا! کہ افسوس تو نے اسلام کو سمجھا نہیں اگر تو اسلام کے فلسفہ عمل کو سمجھ لیتا تو ہرگز ہرگز تو اسلام کے خلاف تلوار نہ اٹھاتا۔

سنو! جب میں گھر سے جہاد کیلئے نکلا تھا صرف رضائے مولیٰ کیلئے جب تیرے حملوں کو روک رہا تھا تو صرف رضا الٰہی کیلئے جب تیرا سر کاٹنے کیلئے تیری

سینے پر بیٹھا تھا تو صرف رضائے مولیٰ کیلئے لیکن جب تو نے میرے چہرہ پر تھوک دیا تو میں بھی آخر انسان ہوں، اس وقت میرا کیا حال ہو گیا؟ سن،

چون تو خدا اندا ختی بر روئے من　　　نفس چنید و تبه شد خوئے من

جب تو نے میرے چہرہ پر تھوک دیا تو میرے نفس میں جوش انتقام پیدا ہو گیا اور میرا حال بدل گیا اب اگر اس حال میں تجھے قتل کر دیتا تو:

نیم بر حق شدے نیم ہوا　　　شرکت اندر کار حق نبود روا

تیرا قتل آدھا تو خدا کی رضا کیلئے ہوتا اور آدھا میرے نفس کیلئے ہو جاتا اور خدا کے کام میں یہ شرک جائز نہیں ہے، اس لئے مسلمان کا ہر عمل خدا کی رضا مندی کیلئے ہونا چاہیئے۔ سبحان اللہ۔

حضرات! شیر خدا کی اس ایمان کا نور جگمگا اٹھا، اس نے اپنی تلوار سے زنار کو کاٹ پھینک دیا اور کہنے لگا اے علی شیر خدا گواہ رہنا کی میری تلوار جو اسلام کے خلاف میان سے نکلی تھی اب تمام عمر یہ تلوار اسلام کی نصرت و حمایت کیلئے بے نیام رہے گی۔

میرے دوستو! دیکھ لیا یہ ہے اخلاص عمل کی تاثیر کا ایک جلوہ۔ مگر بھائیو آج کل اخلاص کہاں ہے؟ اس زمانے کا مسلمان جو بھی عمل کرتا ہے اس میں نام نمود اور شہرت و ریا کا شائبہ ضرور ہو جاتا ہے، حاجی عبدالکریم نمازی عبدالرحیم، آجکل تو وہی بات ہے۔ کہ بمبئی میں ایک صاحب نے کسی سے پوچھا بھائی تمہارا نام کیا ہے تو اس نے کہا، کہ حاجی عبدالکریم، پھر اس نے پوچھا کہ جناب کا اسم شریف تو یہ بولا میرا نام نمازی عبدالرحیم ہے حاجی عبدالکریم نے

تعجب کے ساتھ پوچھا کہ بھائی، نمازی عبدالرحیم کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ اجی، تم نے بلیک مارکیٹ کے پیسے سے ایک مرتبہ حج کر لیا تو کہتے ہو حاجی لکھتے ہو حاجی سائن بورڈ پر حاجی یہاں تک کہ اپنا نام بتاتے ہو تو اس میں بھی حاجی کا پیچر لگاتے ہو اور میں روزانہ دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہوں تو میں نے اگر اپنے نام کے ساتھ نمازی کا ٹائٹل لگا لیا تو کون سا جرم ہو گیا؟ جو نمازی عبدالرحیم سن کر آپ کے کان کھڑے ہو گئے ؟ایک عابد اور شیطان ؟

حضرات محترم!

ایک دلچسپ واقعہ سنئے ، ایک گاؤں کے کچھ لوگ شیطان کے ورغلانے سے ایک درخت کی پوجا کرنے لگے ، اس گاؤں میں ایک بہت بڑے عابد رہتے تھے انہیں جلال آگیا اور کلہاڑی لے کر اس درخت کو کاٹنے کیلئے چل پڑے راستے میں شیطان ان سے لڑنے لگا کہ میں ہرگز اس درخت کو کاٹنے نہیں دوں گا عابد صاحب اور شیطان میں کشتی ہونے لگی اور عابد صاحب نے کئی مرتبہ شیطان کو پچھاڑا آکر شیطان عاجز ہو کر کہنے لگا کہ حضرت جی آپ کیوں اس درخت کو کاٹنے کی زحمت اٹھا رہے ہیں، آپ اپنے عبادت خانے میں تشریف لے جائیں مین روزانہ آپ کے مصلے کے نیچے ایک اشرفی رکھ دیا کروں گا، آپ اسی سے اپنی سحری وافطاری کا انتظام بھی کریں اور خیرات بھی کرتے رہیں اور سکون قلب کے ساتھ اللہ کی عبادت بھی کرتے رہیں، عابد صاحب ایک اشرفی کا نام سن کر لالچ کے پھندے میں گرفتار ہو گئے اور واپس چلے آئے ایک ہفتہ تک تو شیطان ان کے مصلے کے نیچے ایک اشرفی رکھتا رہا، پھر اشرفی رکھنا بند کر دیا، عابد صاحب

روز مصلہ جھاڑتے رہے مگر اشرفی نہ ملی۔ اب پھر عابد صاحب کو جلال آگیا اور شیطان کی وعدہ خلافی پر آگ بگولہ ہو کر کلہاڑی اٹھائی اور درخت کاٹنے کیلئے چل پڑے، راستے میں شیطان ملا عابد صاحب غصہ میں تھے ہی شیطان کو دیکھتے ہی بدن میں آگ لگ گئی اور شیطان کو پچھاڑنے کیلئے چپٹے تو شیطان نے عابد کو اٹھا کر زور سے زمین پر پٹھکا کہ عابد صاحب کا انجر پنجر ڈھیلا ہو گیا۔ عابد صاحب بار بار شیطان کے ساتھ لڑتے رہے مگر ہر مرتبہ شیطان ان کو پچھاڑ تا رہا، جب عابد صاحب حیران ہو گئے تو شیطان کہنے لگا کہ حضرت جی اب خیریت اسی میں ہے کہ آپ اپنی عبادت خانہ چلے جائیں اور عبادت میں مشغول ہو جائیں، پہلی مرتبہ آپ مجھ پر اس لئے غالب آگئے تھے کہ آپ اخلاص کے ساتھ محض خداوند قدوس کی رضا کیلئے درخت کاٹنے جارہے تھے، اب آپ میں اخلاص نہیں رہا، اب تو آپ اس لئے درخت کو کاٹنے جارہے ہیں کہ میں نے آپ کو اشرفی نہیں دی، یاد رکھئے! صرف اخلاص والے بندے ہی شیطان پر غالب ہو سکتے ہیں، اب آپ میں اخلاص نہیں رہا تو آپ ہرگز ہرگز شیطان پر غالب نہیں آسکتے۔

برادران ملت! حقیقت یہ ہے کہ بغیر اخلاص کے عمل بے کار ہے مگر آج کل اخلاص کہاں؟ جس کو دیکھو نام و نمود اور شہرت کا بھوکا ہے۔

خوف خداوندی:

برادران اسلام! اب تصوف کا آخری اور سب سے بلند درجہ بھی سن لیں، حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم و عمل کے باوجود بھی مسلمان خطروں میں گرا ہوا ہے کہیں یہ سب غارت نہ ہو جائے خطرہ سے محفوظ صرف وہ انسان

ہے جو علم و عمل و اخلاص کے بعد جو اللہ سے ڈرتا ہے۔

حضرات گرامی! گناہ کر کے کوئی شخص خدا سے ڈرے، اگرچہ یہ خوف خدا بھی بڑا درجہ رکھتا ہے مگر علم و عمل اور اخلاص ہوتے ہوئے بھی جو مسلمان خدا سے ڈرتا ہے تو اس خوف خداوندی کا کیا کہنا؟ حضرت امیر المومنین فاروق اعظمؓ کا غالباً یہ واقعہ آپ لوگوں نے سنا ہوگا، عید کے روز صحابہ کاشانہ خلافت پر حاضر ہوئے اور کیا دیکھا کہ آپ دروازہ بند کر کے زار و قطار رو رہے ہیں۔ لوگوں نے حیران ہو کر تعجب سے پوچھا کہ امیر المومنین آج تو عید کا دن ہے آج تو شادمانی و مسرت اور خوشی منانے کا دن ہے یہ خوشی کی جگہ رونا کیسا؟ انہوں نے آنسوؤں پونچھتے ہوئے فرمایا: "هذ يوم العيد وهذا يوم الوعيد" اے لوگو یہ عید کا دن ہے اور آج کے دن جسکے روزے مقبول ہوگئے۔ بلا شبہ اس کیلئے عید ہے اور آج کے دن جس کے روزے مردود کر کے اس منہ پر مار دیئے گئے تو اس کیلئے تو آج وعید کا دن ہے اور میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے یہ پتہ نہیں کہ میں مقبول ہوا ہوں یا پھٹکار گیا ہوں۔ اللہ اکبر۔ مسلمانوں غور کرو حضرت فاروق اعظم کا روزہ؟ اور مقبول نہ ہوں اس کے کیا معنی؟ یقیناً آپ کا روزہ مقبول تھا اور بلا شبہ مقبول تھا۔ مگر یہ خوف الٰہی کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے کہ علم، عمل اور اخلاص سب کچھ ہے مگر اس کے بعد بھی خوف الٰہی سے کانپ رہے ہیں کہ نا معلوم میرا روزہ مقبول ہوا یا نہیں؟ پڑھیئے درود و سلام، الصلوٰة و اسلام عليك يا رسول الله۔

حضرات گرامی! سلف صالحین میں خوف الٰہی کے عجیب عجیب نمونے ملتے ہیں، آپ اس وقت صرف دو واقعات اور سن لیں:

حضرت فیصل بن عیاضؒ جو ایک مشہور صاحب کرامت ولی اللہ ہیں، یہ پہلے بہت بڑے ڈاکو تھے۔ ایک رات ڈاکہ ڈالنے کیلئے کسی مکان کی دیوار پر چڑھ رہے تھے، مالک مکان قرآن مجید کی تلاوت کرر ہے تھے، ناگہاں فیصل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کان میں یہ آواز پڑی۔

''کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کیلئے نرم پڑھ جائیں''

یہ آیت کریمہ تاثیر ربانی کا تیر بن کر فیصل بن عیاض کے دل مین چبھ گئی، خوف خداوندی سے کانپ گئے اور بے اختیار منہ سے نکل گیا، نہیں میرے رب اب اس کا وقت آگیا ہے۔ روتے ہوئے دیوار سے اتر گئے اور ایک سنسان کھنڈر میں بیٹھ کر رونے لگے اتنے میں وہاں ایک قافلہ آیا اور قافلے والے آپس میں کہنے لگے کہ یہاں ہی رات کو ٹھہر جاؤ رات کو سفر مت کرو کیونکہ فیصل ڈاکو اسی اطراف میں رہتا ہے۔ آپ قافلہ والوں کی باتیں سن کر اور زیادہ رونے لگے کہ ہائے افسوس میں کتنا بڑا گنہگار ہوں کہ میرے ڈر سے امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے رات میں سفر نہیں کرتے اور روتے روتے سچے دل سے توبہ کرلی اور عہد کرلیا کہ اب باقی زندگی بیت اللہ شریف کی مجاوری اور عبادت میں گزرادوں گا۔

صبح کو اٹھ کر پہلے درسگاہ حدیث میں گئے اور اس قدر محبت سے علم حدیث پڑھا کہ علم حدیث کے امام ہو گئے، پھر عبادت وریاضت میں یکتائے روزگار ہوئے ان پر خوف الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ اگر کوئی ان کی مجلس میں اللہ کا نام لے لیتا تو خوف سے کانپنے لگتے۔ اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے حاضرین مجلس کو ان پر رحم آنے

لگتا۔ جس دن ان کا انتقال ہوا تو امام وکیعؒ یہ اعلان کرتے پھرتے تھے کہا اے لوگو! آج سے خوف خدا دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (تہذیب التہذیب)

اسی طرح جناب ہارون رشید خلیفہ بغداد کا ایک لڑکا جو صالحین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ دربار شاہی کے جشن کے موقعہ پر کسی قاری نے خوفِ الٰہی کی ایک آیت تلاوت کر دی۔ سن کر اس شہزادے کا دل خوف خداوندی سے لرز اٹھا، جشن چھوڑ کر یہ شہزادہ صرف قرآن شریف اور ایک زنبیل لے کر شاہی محل سے نکل پڑا، کسی گمنام گاؤں کے ایک کھنڈر میں رہنے لگا۔ ہفتہ میں صرف ایک بار معمار بن کر مزدوروں کے ساتھ مزدوری کرتا، اسی مزدوری کی رقم سے خرد و نوش کا انتظام کر کے ہفتہ بھر عبادت میں مصروف رہتا اور رات پھر سجدے میں سر رکھ کر خوف الٰہی سے رویا کرتا، ابو عامر نامی ایک رئیس ایک مرتبہ معمار کی تلاش میں بازار گیا، دیکھا کہ چاند جیسی صورت والا معمار مزدوروں کی جھرمٹ میں تلاوت کر رہا ہے، ابو عامر نے جب کام کیلئے کہا، تو معمار نے فرمایا میری شرط یہ ہے کہ نماز کے وقت کام چھوڑ دوں گا۔ اور ہفتہ میں صرف ایک ہی دن کام کروں گا۔ ابو عامر نے شرط منظور کر لی اور گھر لا کر دیوار بنانے کا کام سپرد کر دیا، اس معمار نے ایک دن میں اتنا کام کر دیا کہ دوسرے معمار ایک ہفتہ میں بھی اتنا کام نہیں کرتے، ابو عامر نے شام کو مزدوری دے دی اور طے کر لیا کہ آٹھویں روز پھر اسی معمار کو لاؤں گا مگر جب ابو عامر نے جا کر دیکھا کہ معمار زمین پر پڑا ہوا ایک کچی اینٹ کا تکیہ لگائے ہوئے نزع کی حالت میں ہے، ابو عامر نے سلام کیا اور معمار کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا، معمار نے آنکھیں کھول کر منع کیا اور کہا اے ابو

عامر میرا سر اسی طرح اینٹ پر رکھ دو اور یہ دو شعر پڑھے۔

ترجمہ :اے میرے ساتھی دنیا کی نعمتیں پر دھوکہ مت کھانا کیونکہ عمر فنا ہونے والی ہے اور نعمت زائل ہونے والی چیز ہے اور جب بھی تو کسی جنازے کو قبرستان لے جائے تو یقین کر لے ، اس کے بعد اسی طرح تجھ کو بھی لوگ قبرستان لے جائیں گے۔

اس کے بعد معمار نے کہا کہ اے ابو عامر بہت ہی اچھا ہوا کہ تم اس وقت میرے پاس آگئے اب تم میری چند وصیتیں سن لو، جب میری روح پرواز کر جائے تو تم مجھے سنت کے مطابق غسل دینا اور میرے بدن کے پرانے کپڑوں میں مجھے گورستان غریباں میں دفن کر دینا اور میری یہ زنبیل اور یہ تہبند گورکن کو دے دینا، اس کے بعد میری انگوٹھی اور میرا قرآن مجید خلیفہ ہارون رشید کے پاس تم خود جانا اور کہہ دینا کہ یہ ایک غریب الوطن نوجوان مسلمان کی امانت ہے جو طیان تھا، یعنی مٹی گارے کا کام کیا کرتا تھا، اس کا انتقال ہو گیا ہے اس نے یہ انگوٹھی اور قرآن مجید آپ کے پاس بھیجا ہے اور سلام کے بعد یہ پیغام عرض کیا ہے کہ اے امیر المومنین خبردار تم اپنی اس غفلت کی حالت میں مت مرنا۔بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، معمار نے ابو عامر سے یہ سب کہا اور اس کے بعد فوراً ہی معمار کی وفات ہو گی۔ ابو عامر نے معمار کو اس کی وصیت پر عمل کرنے کیلئے انگوٹھی اور قرآن مجید لیکر بغداد کا سفر کیا، عجیب اتفاق کہ ابو عامر جس دن بغداد پہنچا اس دن خلیفہ ہارون الرشید کا شاہی جلوس نکلا ہوا تھا، ابو عامر سڑک کے کنارے ایک اونچی جگہ پر کھڑا ہو کر جلوس کا منظر دیکھنے لگا، جب ابو عامر کی نظر

خلیفہ پر پڑی تو چلا کر ابو عامر نے کہا اے امیر المومنین! ایک غریب الوطن مسلمان طیار کی دو امانتیں ہیں جو بے بسی کی حالت میں انتقال کر گیا، آپ ان دونوں امانتوں کو مجھ سے لے لیں، ابو عامر کی پکار سن کر خلیفہ نے سواری روک دی۔ ابو عامر نے بڑھکر انگوٹھی اور قرآن مجید خلیفہ کے ہاتھ میں دے دیا، اور کہا کہ اس مرنے والے نوجوان طیان نے سلام کے بعد آپ کو یہ پیغام دیا ہے، اے امیر المومنین! تم اپنی غفلت کی حالت میں مت مر جانا بلکہ اللہ سے ڈرتے رہنا، خلیفہ نے جونہی انگوٹھی اور قرآن مجید دیکھا، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں اور بھرائی ہوئی آواز میں یا طیان یا طیان کہہ کر رو پڑا، پھر مصاحبوں کی طرف اشارہ کیا کہ اس شخص کو ساتھ لے لو، جب جلوس ختم کر کے خلیفہ شاہی محل پہنچا تو ابو عامر کو طلب کیا، ابو عامر دربار میں پہنچا تو دیکھا کہ خلیفہ قرآن مجید کو سینے سے لگائے ہوئے اور انگوٹھی پر نظر جمائے ہوئے زار وزار رو رہا ہے۔ جب خلیفہ کی نظر ابو عامر پر پڑی تو کہنے لگا ات ابو عامر تو نے اس معمار طیان کو پہچانا؟ اے ابو عامر تو نے اس کو نہیں پہچانا، ارے وہ تو میرا نور نظر، میرا شہزادہ تھا۔ قرآن مجید کی ایک آیت سن کر خوف الٰہی سے اس کے سینے میں دل پاش پاش ہو گیا۔ اور وہ اسی وقت میرا لخت جگر خوف خداوندی کا مجسمہ بن کر میرے شاہی محل سے نکل کر جنگل میں چلا گیا، میں نے برسوں اس کی تلاش کی مگر کہیں اس کا پتہ نہیں چلا، ہائے آج معلوم ہوا کہ میرا لعل معمار طیان بن کر مزدوری کرتا تھا۔ اور اسی حالت میں وہ گمنام گاؤں کے سنسان کھنڈر میں وفات پا گیا؟ اے ابو عامر یہ وہی انگوٹھی ہے جو میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے شہزادے کو پہنائی تھی اور یہ وہ

قرآن مجید ہے جو میں نے اس شہزادے کو پڑھنے کے لئے بہترین کاتب سے لکھایا تھا اور سنہرے روپہلے نقش و نگار سے اس کو مزین کیا تھا۔ پھر خلیفہ نے ابو عامر کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو عامر تم نے اسی ہاتھ سے میرے بچے کو غسل دیا اور کفن پہنا کر دفن کیا؟ پھر اور عامر کے ہاتھ کو خلیفہ کبھی بوسہ دیتا اور کبھی اپنے سینے پر رکھ کر زار و قطار روتا تھا۔ یہاں تک کہ خلیفہ روتے روتے نڈھال ہو گیا؟ (روضالریاض)

(تیری منزل وسیلہ؟ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ)

برادران ملت!

غور فرمائے اور عبرت پکڑئے کہ عباسی سلطنت کا شہزادہ ہو کر خوف الہی کا پیکر کس طرح شاہی محل کو ٹھوکر مار کر ایک گمنام کھنڈر اور غار میں غریب ابوطنی کی موت مرنے کو پسند کرتا ہے اور شاہی دستر خوان کی نعمتوں سے منہ موڑ کر مزدوری کی کمائی سے خشک روٹی کے ٹکڑوں کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر کھاتا ہے اور اس طرح خوف ذوالجلال صدق۔ مقال رزق و حلال کی سعادتوں سے سرفراز ہو کر اپنے رب کریم کے غفران ورضوان کی دولتوں سے مالا مال ہو گیا؟ اب میں عرض کرتا ہوں خدا تک پہنچنے کے لئے چار منزلوں کو طے کرنا ضروری ہے ان میں سے ایمان اور خوف الہی دو منزلوں کا بیان تو آپ سُن چکے۔ اب تیسری منزل کا حال بھی سُنیں ارشاد خداوندی ہے۔ وبتفو الیه الوسیلته؟

یعنی دربار خداوندی میں پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو؟ حضرات گرامی وسیلہ کا مسئلہ آگیا تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ کچھ ذرہ اس کی تفصیل بھی آپ کے سامنے عرض کردوں دیکھو اس دنیا کا ایک نام ہے۔ عالم اسباب اس کا کیا

مطلب ہے ؟ کہ دنیا عالم اسباب ہے ؟ اس کا یہ مطلب ہے اس دنیا کا کوئی کام بے سبب بے ذریعہ بے وسیلہ کے ہر گز نہیں ہوتا دیکھیں خداوند کریم بڑا قادر ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمارے گھروں میں پکا ہوا کھانا بھیج سکتا ہے۔ یہ اس کی قدرت سے کوئی دور نہیں کون نہیں جانتا کی چالیس برس تک بنی اسرائیل پر من و سلوی اترتا رہا شہد جیسا حلوہ اور بھنی ہوئی بٹیریں خداوند کریم آسمان سے نازل فرماتا تھا اور بنی اسرائیل کھاتے تھے۔ اسطرح جب حضرت عیسی علیہ السلام نے دعا مانگی کہ (ترجمہ) اے پروردگار ہمارے لئے آسمان سے ایک دستر خوان اتار دے جس میں روٹی اور مچھلی تھی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت نے آسمانی دستر خوان کا نفیس پکوان کھایا۔ بہر حال مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ خداوند کریم اگر چاہے تو ہمارے گھروں میں پکا ہوا کھانا بھیج سکتا ہے۔ بلا شبہ یخدا کی قدرت ہے لیکن اس کی عادت نہیں ہے۔ بلکہ غذا کے بارے میں بھی اس کا دستور یہی ہے۔ کہ دنیاء عالم اسباب ہے اور اس دنیا کا کوئی کام بے سبب بے زریعہ بے وسیلہ نہیں ہوتا چنانچہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا۔ سورۃ عبس (ترجمہ) یعنی آدمی کو چاہیئے اپنے کھانوں کو دیکھے کہ ہم نے اچھی طرح پانی برسایا پھر زمین کو چیرا تو اس میں اناج اگایا اور انگور، چارہ، زیتون، کھجور، گھنے باغ اور میوے اور تمہارے فائدے کیلئے اور تمہارے چوپائیوں کیلئے ؟

عزیزان ملت !

کون نہیں جانتا کہ ایک روٹی تک پہنچنے کیلئے کتنے اسباب اور وسیلوں کی ضرورت ہے پہلے بارش ہوتی ہے پھر زمین کو گوڈ کر ہم بیج ڈالتے ہیں پھر پودہ

زمین کو پھاڑ کر نکلتا ہے۔ پھر ہم اس کو کاٹتے ہیں پھر اناج نکالتے ہیں۔ دیکھ لیجیئے ہل بیل وسیلہ آبپاشی کا وسیلہ پھر اناج کو پیستے ہیں، پھر آگ جلاتے ہیں پھر آٹا گوندتے ہیں، پھر توا آگ پر رکھتے ہیں، تب جاکر روٹی پکتی ہے غور کریں آگ کا وسیلہ، توے کا وسیلہ، ہاتھوں کا وسیلہ، اتنے وسائل کے بعد روٹی تیار ہوتی ہے۔ اب بھی کام نہیں بنتا اب روٹی کو کہیں کہ آجا منہ میں۔ تو ہرگز منہ میں نہیں جا سکتی بلکہ ہاتھوں سے توڑے پھر لقمہ منہ میں ڈالیں پھر منہ کی مشین چلائیں غرض کہ ہاتھ، دانت، زبان کا وسیلہ پکڑیں تب کہیں جاکر خدا خدا کر کے روٹی حلق کے اندر گئی؟

حضرات گرامی! دیکھا آپ نے روٹی تک پہنچنے کیلیئے ہمیں وسیلوں کی ضرورت پڑی۔ کیوں، اس لئے،

کہ یہ دنیا عالم اسباب ہے یہاں کوئی کام سبب بغیر وسیلے نہیں ہوتا اسطرح یہ بھی خدا کی قدرت ہے کہ ہمارے گھروں میں لڑکے، لڑکیاں آسمان سے برسا وے اور شادی بیاہ، ازواجی زندگی کے تمام جھنجٹوں سے ہمیں فرصت مل جائے۔ بلا شبہ خداوند کریم ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر وہ چاہے تو تنہا مرد سے سیکڑوں انسان پیدا کردے چنانچہ ہمارا اور آپ کا ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم نے کنواری مریم سے پیدا فرمایا چنانچہ کون نہیں جانتا کہ حضرت حوا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا اس طرح اگر اللہ چاہے تو تنہا عورت سے سیکڑوں انسان پیدا فرمادے اگر اس طرح خداوند کریم چاہے بغیر مرد عورت کے ہزاروں انسان پیدا فرمادے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ

السلام کو بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ۔

ترجمہ : یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا ہو گئے تو ان کا حال ایسا ہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو خداوند کریم نے مٹی سے پیدا کیا پھر فرمادیا ہو جا۔ تو آدم علیہ السلام ہو گئے۔ بہر حال عرض یہ کرنا خدا کی قدرت تو یہ ہے کہ بغیر مرد عورت کے ہزاروں انسان پیدا فرمادے مگر اس کی عادت نہیں ہے کیونکہ یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہاں کوئی کام بلا سبب بغیر ذریعہ اور وسیلے کے نہیں ہوا کرتا اس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم انسان کو مرد عورت کے ملاپ سے پیدا کیا۔ چنانچہ اگر آپ کو ایک بچہ حاصل کرنا ہے تو شادی کریں۔ پھر میاں بیوی کے تعلقات قائم کریں پھر نطفہ سے جما ہوا خون پھر گوشت کی ایک بوٹی، پھر کہیں جاکر بچہ ہو گا۔

برادران اسلام !

آپ نے غور کیا کہ ایک روٹی ایک بچے تک پہنچنے کیلئے بہت سے اسباب اور وسیلوں کی ضرورت پڑتی ہے تو پھر بھلا خداوند کریم تک پہنچنے کے لئے ہمیں کسی وسیلے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیوں پڑے گی اور ضرور پڑے گی کیونکہ جس طرح اس دنیا میں ہر کام کیلئے ذرائع اسباب اور وسیلوں کی ضرورت ہے، اس طرح ہمیں خدا تک پہنچنے کیلئے یقیناً بلا شبہ وسیلے کی ضرورت ہے۔ اس لئے تو خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ و بتغوا الیہ الو سیلۃ: یعنی تم لوگ خدا کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ لہذا ثابت ہوا کہ خداوند کریم تک پہنچنے کیلئے پہلی منزل ایمان ہے۔

اور دوسری منزل تقویٰ ہے اور تیسری منزل وسیلہ ہے۔اب یہ سوال ہے کہ خدا تک پہنچنے کیلئے کس کو وسیلہ بنائیں تو حضرات اس بات کا سمجھنا بہت آسان ہے دیکھو اگر لندن جانا ہے تو یقیناً آپکو اس شخص سے ملنا ہوگا جو لندن پہنچ چکا ہو اسی طرح آپ کو بمبئی جانا ہے تو اس شخص سے ملنا پڑے گا جو بمبئی پہنچ چکا ہو کیونکہ وہی آپکو راستہ اور سفر کا طریقے وغیرہ بتائے گا۔اب اس طرح آپکو اگر خداوند کریم تک پہنچنا ہے تو اس شخص سے ملنا پڑے گا جو خداوند کریم تک پہنچ چکا ہو، تو بس یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ جو لوگ خداوند کریم تک پہنچے ہوئے ہیں۔بس وہی خدا تک پہنچنے کیلئے تمہارا وسیلہ بن سکتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالے نے خود بتا دیا کہ خدا تک پہنچنے والوں کے جو چار گروہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔

فاولئك مع الذين انعم الله عليهم "من" النبين والصديقين وا شهيدا والصلحين وحسن اوليك رفيقا"

پہلا گروہ نبیوں کا دوسرا گروہ صدیقوں کا تیسرا گروہ شہیدوں کا، چوتھا گروہ صالحین کا یعنی اولیاء اللہ کا اور یہ لوگ بہترین مددگار و ساتھی ہیں۔

برادران ملت!

اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے کہ ہمیں خدا تک پہنچنے کیلئے ان چار مقدس جماعتوں کا وسیلہ پکڑنا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ آج تک جتنے بھی اولیاء اللہ ہوئے ہیں اگرچہ وہ مادر زاد ولی کیوں نہ ہوں مگر سب نے کسی نہ کسی شیخ کا اور مرشد سے ضرور وابستہ ہو کر ان کا وسیلہ پکڑا۔ حضرت غوث پاکؒ کو کون نہیں جانتا کہ آپ مادر زاد ولی اللہ تھے مگر باوجود آپ آسمان ولایت کے اور کرامت پر آفتاب ہو

کر چکے مگر پھر بھی حضرت شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو کر ان کا وسیلہ پکڑا۔اس طرح حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ، اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ یہ سب مادر شکم ہی سے آفتاب ولایت بن کر چمکے تھے مگر سب نے مشائخ کا وسیلہ پکڑا اور" وبتغو الیه الوسیله" پر عمل کیا۔اب اگر اس پندرویں صدی کے کچھ سر پھرے یوں کہتے پھریں کہ ہمیں سب وسیلے کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو پھر آپ خود ہی سمجھ لیں کہ انکے دماغوں کا فساد ہے یا پھر ضرور ان کے دماغوں کی مشینری کا کوئی اسکرو ڈھیلا ہو گیا ہے ورنہ کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے ؟کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ ،خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور خواجہ معین الدین چشتی اور خواجہ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو تو وسیلے کی ضرورت تھی مگر اس زمانے کے بدھو خیراتی، نتھو شبراتی کو وسیلے کی ضرورت نہیں ہے "معاذ اللہ" حضرت عارف رومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہیں مرد تنہا کے کہ بے پیر ایں سفر

ہست بس دور دراز پر خطر

خبر دار! بغیر پیر کا وسیلہ پکڑے ہوئے اس راستے میں اکیلے مت چل پڑو کیونکہ بغیر پیر کے وسیلہ کے یہ راستہ بہت دور دراز اور خطرناک ہے۔

برادران ملت! یاد رکھو کہ اللہ والوں سے محبت و عقیدت رکھنا اور ان سے توسل کرنا یعنی مرید ہونا بیعت کرنی اور ان کے مزاروں پر مراقبہ کر کے

فیض حاصل کرنا، یہ سب وسیلہ پکڑنے کی صورتیں ہیں۔ اس لئے اہل سنت و جماعت اس کے قائل اور عامل بھی ہیں۔ چوتھی منزل مجاہدہ ہے۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔

حاضرین محترم! اب چوتھی منزل مجاہدہ کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہوں، ارشاد خداوندی ہے:

"وجاھدوا فی سبیلہ"

یعنی تم لوگ خدا کی راہ میں مجاہدہ کرو۔

حضرات محترم! چوتھی منزل مجاہدہ ہے، مجاہدہ کیا ہے؟ خدا کی راہ میں کوشش کرنا یعنی نفس کشی، ریاضت، کم کھانا کم سونا، کم بولنا اور ذکر و فکر کرنا ہر قسم کی نفلی عبادت زیادہ سے زیادہ کرنا اور ہر دم ہر لحظہ معبود و حقیقی کا مراقبہ اور دھیان رکھنا یہ سب مجاہدہ کی صورتیں ہیں، اللہ اکبر، اولیاء کرام نے کیسے کیسے مجاہدے کیے ہیں۔ کہ اس دور میں تو ہم لوگ ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بغداد کے برج عجمی میں کیسے کیسے نفس کش مجاہدات کیے۔ مہینوں اناج کا دانہ نہیں کھایا اور صرف پانی پی کر روزے رکھتے رہے اور مہینوں پانی نہیں پیا انگور کے ایک دو دانوں سے سحری افطاری کرتے رہے، بہت سے اولیاء اللہ پہاڑوں کے غاروں میں رہ کر برسوں مراقبہ میں رہے اور بہت سے اولیاء کرام عمر بھر صائم الدہر اور قائم الیل رہے اور ایک لمحہ کیلئے بھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہوئے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ فرماتے ہیں:

یک لحظ دلا غافل ازاں ماہ نہ باش　　شاید کہ نگا ہے کند آگاہ باش

یعنی ایک سیکنڈ بھی اے دل تو اس محبوب سے غافل نہ رہنا، نہ معلوم کب وہ تجھ پر نگاہِ کرم فرمادے، کہیں ایسا ہو کہ وہ جب فرمائے اور تو اس وقت بے خبری میں ہو اور اسکی نگاہ کرم کے فیضان سے محروم رہ جائے و غرض کہ اولیاء اللہ نے بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں تب جا کر ان پر معرفت الٰہی کے دروازے کھلے ہیں اور وہ بارگاہ خداوندی میں مقرب ہو کر سلطنت ولایت کے اور کرامت کے تاجدار بنے۔ عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی۔ مگر افسوس صدہا افسوس کہ آج نوافل کے ذریعے مجاہدہ کہاں اور کجا بلکہ ہم مسلمان خدا کے فرائض سے بھی غافل ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کو ہم نے بالکل چھوڑ دیا ہے اور غفلت و سرکشی کا ایسا دیو ہمارے سروں پر مسلط ہو گیا ہے کہ نہ ہم حقوق اللہ کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی حقوق العباد کی ۔ بعض ایسے پیر سائیں بنے ہوئے ہیں جو خود بھی نماز نہیں پڑھتے وہ اپنے مریدوں کو نماز کی تلقین کیا کریں گے وہ خود بھی گمراہ اور مرید بھی گمراہ یہ صرف کھانے پینے کی پیری مریدی ہے آج کل خدا کی پناہ ایسے ایسے ہم مسلمانوں میں کھانے والے پیر ہیں کہ انکے پاس پیٹ نہیں بلکہ ربڑ کے تھیلے ہیں، غالباً آپ لوگوں نے سنت خور پیر کی حکایت سنی ہو گی۔

دوستوں! ایک پیر صاحب کسی مرید کے گھر تشریف لے گئے ان کے پیٹ کی ٹنکی بہت بڑی تھی مرید نے گوشت روٹی اور جو کچھ پکایا تھا پیر صاحب کھا گئے مگر ان کا پیٹ نہ بھرا تو ڈانٹ کر فرمایا کہ نمکین کے بعد میٹھا بھی کھاؤ۔ تم کو معلوم نہیں کہ نمکین کے بعد میٹھا کھانا بھی سنت ہے۔ بچارا غریب مرید سیر بھر

گلاب جامن لایا، پیر صاحب وہ بھی کھا گئے، پیٹ اب بھی ھل من مزید کا نعرہ لگا رہا تھا، پھر پیر صاحب نے گرم ہو کر کہا اب نمکین کھانا لاؤ، میٹھے کے بعد نمکین کھانا سنت ہے، مرید پھر ہوٹل سے اور گوشت روٹی لایا اور پیر صاحب یہ بھی چٹ کر گئے، پھر کہا اب پانی لاؤ، پی کر بولے کہ کچھ اور کھانا لاؤ کھانے کے بیچ میں پانی پینا سنت ہے مرید کچھ اور لایا پیر صاحب اس کو بھی کھانے لگے، اتنے میں مرید کا لڑکا آگیا پیر صاحب نے پوچھا اس لڑکے کا کیا نام ہے؟ مرید نے کہا حضور اس کا نام فرض ہے پیر صاحب بولے کیسا بونڈا نام تم نے رکھا ہے۔ مرید کہنے لگا کہ حضور کیا کرتا اگر میں کہہ دیتا کہ لڑکے نام سنت ہے تو حضور اس لڑکے کو بھی کھا جاتے کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ حضور ہر سنت کو کھاتے جا رہے ہیں اس ڈر سے میں نے لڑکے کا نام فرض بتایا ہے۔

میرے عزیز دوستو! یہ ہنسی کا مقام نہیں ہے بلکہ سخت حیرت کا مقام ہے اس حکایت سے ایسے نام نہاد پیروں اور مریدوں دونوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ اور بلا سوچے سمجھے ہر ایک کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔

بہر حال عزیزان ملت!

خداوند عالم نے فرمایا کہ دربار خداندی میں مقرب اور قرب حاصل کرنے کیلئے چار منزلوں کو طے کرنا ضروری ہے، پہلی منزل ایمان۔ دوسری منزل تقویٰ ہے۔ تیسری منزل وسیلہ اور چوتھی منزل مجاہدہ ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم ان چاروں کو طے کریں اور پھر خداوند قدوس سے امید رکھیں کہ وہ اپنے کرم سے ضرور ہمیں انشاءاللہ اپنے دربار کا قرب عطا فرمائے گا۔

حضرات کرام! یاد رکھیں کہ رب کریم کو کرم فرماتے دیر نہیں لگتی وہ کریم اگر چاہے تو ایک لمحہ میں اپنے بندے کو اپنے دربار میں باریاب فرما کر اپنے دیدار پر انوار سے نواز دے۔

حضرات گرامی!

مجھے اس وقت حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آ گیا خلیفہ بغداد ہارون الرشید بادشاہ نے ایک مرتبہ اپنا قاصد بھیج کر آپ کو دربار میں بلایا قاصد نے آکر عرض کی کہ جناب آپ کو امیر المومنین شاہی محل میں یاد فرما رہے ہیں۔ آپ نے بڑی حقارت کے ساتھ جواب دیا کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے، میں تو اس کو کبھی یاد نہیں کرتا، قاصد نے ہزار کوشش کی مگر آپ کسی طرح دربار جانے کیلئے تیار نہ ہوئے، ایک دن آپ شاہی محل کے نیچے اپنی مست حالت میں جا رہے تھے کہ ہارون الرشید بادشاہ نے محل کے اوپر سے آپ کو دیکھ لیا فوراً حکم دیا کہ کمند ڈال کر حضرت بہلول دانا کو محل کھینچ لاؤ، چنانچہ اوپر سے کمند پھینکی گئی آپ ایک لمحہ میں محل کے اندر پہنچ گئے۔ خلیفہ نے آپ سے پوچھا، کہ حضرت بتا دیجئے؟ کہ آپ خدا تک کیسے پہنچے آپ نے فرمایا کہ جیسے میں تمہارے پاس پہنچا، خلیفہ نے دریافت کیا کہ میرے پاس آپ کیسے پہنچے تو آپ نے فرمایا جیسے خدا تک پہنچا۔ خلیفہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں سمجھا سکا۔ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین! دیکھو اگر میں آپ کے دربار میں پہنچنے کی کوشش کرتا تو میں پہلے عرضی لکھتا پھر گھنٹوں میں نہا دھو کر اچھے لباس پہن کر ملاقات کی تیاری کرتا پھر محل میں آکر دروازے پر آپ کی اجازت کا انتظار کرتا پھر بھی نا معلوم میں دربار میں باریاب ہوتا

یا نہیں۔ مگر آپ نے جب مجھے باریاب کرنا چاہا تو کمند ڈال کر ایک لمحہ میں باریاب فرمادیا، یہی حال خدا تک پہنچنے کا ہے کہ وہ مالک و مولیٰ جس کو اپنے دربار میں قرب عطا فرمادیتا ہے اور اگر وہ نہیں چاہتا تو سینکڑوں برس تک اس کی یاد اور تمنا کرنے کے باوجود بھی کوئی اس کے دربار میں باریاب نہیں ہو سکتا۔ بہر کیف، سامعین کرام میری گزارش کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنی زندگی میں ایک ایمانی انقلاب پیدا کریں اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے طریقے پر چاروں منزلوں کو طے کریں اور قرب خداوندی کی سعادت حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لعلکم تفلحون'' یعنی اگر تم لوگ ایمان، تقویٰ، وسیلہ اور مجاہدہ کی چار منزلوں کو طے کرلو گے تو پھر تم فلاح پاجاؤ گے۔

مسلمانوں سب سے بڑی فلاح اور کامیابی یہ ہے کہ اللہ کا بندہ اللہ والا ہو جائیںیاد رکھو جو خدا کا ہو جاتا ہے ساری کائنات اس کی ہو جاتی ہے اگر تم اللہ والے ہو گئے تو تم دونوں جہان کی عزتوں اور کرامتوں کی سلطنت کے تاجدار بن جاؤ گے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وما علینا الا البلاغ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلتِ نماز



یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

الحمد الله الذی فرض الصلوة علی المومنین بقوله تعالیٰ وارکعو مع الراکعین والصلوة والسلام علی رسوله الذی جعل الصلاة عمادالدین وعلی اله وصحابه المصلمین وعلینا مهم اجمعین.

اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم

بسم الله الرحمن الر حیم ط

واقیم اصلوةطر فی النهار وزلفا من اللليل ط وان الحسنت یذهبن التیات ط ذلك ذکری للذاکرین ط (سوره هود) ۱۲پ آیت ۱۱۳ رکوع ۹

ترجمہ: اور قائم کرو نماز دونوں طرف دن کے اور کتنی ساعتیں رات کی تحقیق نیکیاں لے جاتی ہیں برائیوں کو یہ نصیحت

ہے۔ واسطے ذکر کرنے والوں کے ؟

الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله وعلی ال کا وصحاب کا یا حبیب الله

برادران گرامی !

خداوند تعالیٰ کے فرائض اور اس کی عبادتیں بہت ہیں۔ در حقیقت تخلیق انسان کا مقصد ہی فرائض خداوندی کی دائیگی اور عبادات ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے

"یعنی انسان اور جن کو ہم نے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ ہماری عبادت کریں" لیکن نماز تمام فرضوں میں اہم فرض ہے۔ اور تمام عبادتوں میں افضل عبادت ہے ۔ اس لئے خداوند عالم نے قرآن مجید میں تمام فرائض و عبادت سے کہیں زیادہ ہے بڑھکر اہتمام کے ساتھ نماز کا حکم دیا اور بار بار نئے عنوان کے ساتھ نماز کا حکم دیا اور اہمیت کا ذکر فرمایا کہیں ارشاد فرمایا ؟

نماز قائم کرو۔ اور کہیں یوں فرمایا۔ تمام نمازوں خصوصاً بیچ والی نماز یعنی عصر کی محافظت کرو۔ اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو ، اور کہیں اس طرح حکم فرمایا کہ اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد طلب کرو اور کہیں اس انداز میں امر فرمایا اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہو۔ کہیں اس طرح ترغیب دلائی ؟ نماز یقیناً بے حیائی اور بری باتوں سے روک دیتی ہے۔

اور کہیں نماز ترک کرنے والوں پر یوں وعید فرمائی کہ ؟

خرابی ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نماز بھول کو جاتے ہیں اور وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں؟

حضرات گرامی!

اس آیت میں ویل کا لفظ آیا ہے ویل کیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"ویل" جہنم کی ایک وادی ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے اور قصداً نماز چھوڑنے والے کو اسی وادی میں داخل کیا جائے گا جس کا نام "ویل" ہے۔

اس طرح دوسری آیت کریمہ میں رب العزت نے سخت وعید فرمائی ہے

ان لوگوں کیلئے جو نماز کو ترک کرتے ہیں یعنی ان لوگوں کے بعد کچھ ناخلف لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کی تو عنقریب انہیں سخت عذاب سے ملنا ہوگا جو بہت ہی طویل و شدید ہوگا؟

اس آیت کریمہ میں غئی کا لفظ ہے حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے غئی بھی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے اس میں بے نمازیوں زناکاروں اور شرابیوں اور سود خوروں، ماں باپ کے نافرمانوں کو عذاب دیا جائیگا اور کہیں خداوند کریم نے نماز کی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

یعنی صبر اور نماز سے مدد طلب کرو اور بے شک یہ نماز بہت دشوار چیز

ہے مگر ان لوگوں پر جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں ان پر کچھ دشوار نہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ بلا شبہ وہ اپنے رب سے قیامت کو ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

الغرض نماز کی فرضیت و فضیلت پر جتنی تاکیدیں اور نماز چھوڑنے پر جس قدر وعیدیں وادر ہوئی ہیں اتنی کسی دوسرے فرائض کے بارے میں تاکیدیں اور وعیدیں نازل نہیں ہوئیں۔کیوں اس لئے کہ نماز اہم فرض اور افضل عبادت ہے۔برادران ملت نماز کے اہم فرائض اور افضل عبادات ہونے کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ خداوند عالم نے تمام فرائض و عبادات کا حکم زمین پر نازل فرمایا مگر جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو مالک عرش پر مجید نے حضور سرور کائنات ﷺ کو اپنے پاس مہمان بلا کر شب معراج میں یہ تحفہ عطا فرمایا۔

حضرات محترم!

حضور پر نور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے سب سے پہلے اس بات کی گواہی دینی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں پھر اس کے بعد نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حضرات مکرم!

اس حدیث میں حضور سید عالم ﷺ نے دین اسلام کو ایک خیمے سے تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہے ان میں سے کلمہ شہادت تو وہ ستون ہے جو خیمہ کے بیچ میں ہوتا ہے باقی چار ارکان یعنی نماز زکوٰۃ اور روزہ و حج ان چار

ستونوں کے مانند ہیں جو خیمہ کے چار کونوں پر ہوتے ہیں، اب اگر خیمہ کے بیچ کا ستون گر پڑے جب تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر درمیان کا ستون موجود ہو مگر چاروں کونوں کے ستون گر پڑیں تو اگرچہ خیمہ کھڑا تو ہو جائے گا مگر اس کے چاروں کنارے قائم نہیں رہینگے اور اگر ان چاروں ستونوں میں سے کوئی ایک ستون گر پڑا تو خیمہ کی ایک جانب کا حصہ گرا ہوا ہوگا اور پورا خیمہ اپنی استقامت و خوبصورتی کے ساتھ قائم نہیں رہے گا اور اس تمثیل و تشبیہ کا حاصل یہ ہوا اگر کسی نے کلمہ شہادت ہی کو چھوڑ دیا جب تو اس کا اسلام کا خیمہ کھڑا ہی نہیں ہوگا۔ اور وہ مسلمان ہی نہیں رہے گا اور اگر کسی نے نماز و زکوٰۃ اور روزہ و حج چاروں ارکان کو چھوڑ دیا۔ تو اگرچہ اس کے اسلام کا خیمہ تو کھڑا ہو جائے گا اور وہ مسلمان تو کہلائے گا مگر اس کے اسلام میں چاروں طرف نقصان ہی نقصان اور خلل ہی خلل رہے گا اور اگر ان چاروں ارکان میں سی کسی ایک رکن کو چھوڑ دے گا، تو اگرچہ اس کے اسلام کا خیمہ کھڑا تو رہے گا مگر اس میں استقامت اور خوبصورتی نہیں رہے گی یعنی اگرچہ وہ مسلمان تو کہلائے گا مگر اس کا اسلام ناقص اور عیب دار ہوگا۔

ایک حدیث شریف میں یوں بھی آیا ہے کہ:

حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل تعلیم فرمائے جو مجھے جنت میں لے جائے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کر اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور حج کر، اس حدیث میں یہ آیا ہے کہ نماز

اسلام کا ستون ہے۔(ترمذی وابن ماجہ)

بہر کیف اسلام کے پانچوں ارکان اگرچہ سب کے سب انتہائی اہم ہیں مگر ان چاروں میں ارکان نماز سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ نے نماز کے بارے میں یہاں تک فرمایا کہ :

نماز دین کا ستون ہے جس نے نماز کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے نماز کو چھوڑ دیا اس نے دین کو برباد کر دیا۔

حضرات محترم!

مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ میں نے سرور دو جہان ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ تمام اعمال میں سب سے زیادہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک کون سا عمل محبوب ہے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "نماز"، پھر میں نے عرض کیا کہ نماز کے بعد کس عمل کی محبوبیت زیادہ ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ بہترین سلوک کرنا پھر میں نے سوال کیا کہ اس کے بعد کون عمل خداوند تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ جہاد کرنا۔

نمازی کے گناہ جھڑ جاتے ہیں (حدیث شریف)

حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ جاڑوں میں مدینہ منورہ سے باہر پت جھڑ کا زمانہ تھا ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پکڑ کر ہلایا تو اس کے پتے گرنے لگے۔ پھر حضور نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا پکارا تو

انہوں نے عرض کی لبیک یارسول اللہ اور حاضر خدمت ہوگئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :

جب مسلمان بندہ اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے بدن سے اس طرح گناہ گر پڑتے ہیں جس طرح اس درخت سے یہ پتے۔

حضرات محترم!

خطبہ کے بعد میں نے جو قرآن مجید سے سورہ ھود کی تلاوت کی ہے اب اس کا شان نزول اور ترجمہ بھی سن لیں۔ بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ ایک صحابیؓ سے کوئی گناہ صادر ہو گیا اور وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ مجھ سے فلاں گناہ ہو گیا ہے مجھے اس کی سزا دیجئے رحمت عالم ﷺ خاموش رہے اور تھوڑی دیر کے بعد یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

یعنی نماز قائم کرو دن کے کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ مین، بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے ذکر کرنے والوں کیلئے۔

حضرات محترم!

دوپہر دن کا درمیانی حصہ ہے دن کا ایک کنارہ دوپہر کے پہلے ہے اس میں نماز فجر ہے اور دن کا دوسرا کنارہ دوپہر کے بعد ہے اس میں ظہر و عصر ہے اور رات کے کچھ حصوں میں نماز مغرب اور عشاء ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پنج وقتہ نماز پڑھ لینے سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان صحابی سے کوئی گناہ صغیرہ ہوا تھا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ نماز پنجگانہ کی بدولت ان کا گناہ مٹ گیا۔

چنانچہ اس صحابی نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا یہ حکم خاص میرے لئے ہے، تو حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ یہی حکم میری تمام امت کیلئے ہے۔ میری امت میں جو شخص بھی پنجوقتہ نماز پڑھے گا تو ان سے اس کے تمام گناہ صغیرہ مٹتے اور دور ہوتے رہیں گے۔

برادران اسلام!

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ شب معراج میں جب حضور پر نور ﷺ نے جب آسمانوں کی سیر فرمائی تو پہلے آسمان پر فرستوں کو یہ عبادت کرتے دیکھاوہ ذکر الٰہی میں مشغول ہیں، اور دوسرے آسمان کے فرشتوں کو رکوع میں پایا اور تیسرے آسمان کے فرشتوں کو سجدے میں پایا اور چوتھے آسمان کے فرشتے التحات پڑھ رہے تھے اور پانچویں آسمان کے فرشتوں کو تسبیح پڑھتے دیکھا اور چھٹے آسمان کے فرشتوں کو تکبیر پڑھتے دیکھا اور ساتویں آسمان کے فرشتوں کو سلام پڑھنے میں مشغول دیکھا۔ چنانچہ فرشتوں کی ان عبادتوں کو دیکھ کر حضور رحمت عالم ﷺ کے قلب مبارک میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش رب العزت میری امت کو بھی ایسی عبادت کا حکم فرماتا جس میں ان فرشتوں کی ساری عبادتیں جمع ہوتیں چنانچہ پروردگار عالم نے اپنے حبیب کی یہ تمنا پوری فرمائی کہ شب معراج میں حضور ﷺ کی امت پر نماز فرض فرما دی۔ جس میں ذکر الٰہی، رکوع، سجدہ، التحیات، تسبیح تکبیر، سلام سبھی کچھ ہے اور فرمادیا کہ اے میرے محبوب آپ کی امت میں جو شخص پانچوں وقت نماز پڑھے گا وہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی عبادتوں کا ثواب پائے گا۔ (درۃ الناصحین)

میرے بزرگو اور بھائیوں! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

آقائے نامدار احمد مختار ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا کہ بتاؤ؟ اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ جائیگا۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ اس کے بدن پر کچھ میل باقی نہیں رہے گا تو پھر ارشاد فرمایا :

کہ یہ مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچوں نمازوں کی وجہ سے نمازی کے تمام گناہوں کو دور فرمادیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث سنئے ارشاد مبارک ہے کہ :

تمہاری دنیا کی تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔ اول خوشبو، دوسرے بیویاں اور تیسری چیز یہ ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی ہے۔ اللہ اکبر :

سن لیا آپ نے، نماز وہ عبادت ہے کہ اس سے محبوب خدا ﷺ کی آنکھ میں ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے۔

حضرات گرامی! آنکھ میں ٹھنڈک پیدا ہونے کا کیا مطلب ہے کبھی آپ نے اس پر غور کیا؟

سنئے! آنکھ میں ٹھنڈک پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نماز میں مجھے اعلیٰ درجے کی خوشی ہوتی ہے تو حضور رحمت عالم ﷺ کے ارشاد مبارکہ کا یہ مطلب ہوا کہ مجھے نماز سے انتہائی فرح وخوشی اور اعلیٰ درجے کا سرور حاصل ہوتا ہے۔

حضرات مکرم!

آج ہم میں سے کون ہے جو محبت رسول ﷺ کا دعویٰ نہیں کرتا، مگر کبھی ہم اور آپ نے غور کیا کہ کون ایسا محبّ اور عاشق ہے جو اپنے محبوب کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے اور اپنے محبوب کو خوش نہیں کریگا، مگر خدارا انصاف سے بتائیں کہ ہم میں سے کتنے وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو پنج وقتہ نماز باجماعت پڑھکر محبوب عالم ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں؟ مسلمانوں ہماری غیرت ایمانی کیلیۓ یہ بہت بڑا چیلنج ہے آپ خود غور کریں اور سوچیں کہ نبی رؤف ورحیم جو ہم آپ پر اس قدر مہربان ہیں کہ جب پیدا ہوۓ تو" یا رب ھب لی امتی" کہتے ہوۓ پیدا ہوۓ زندگی بھر ساری ساری رات بیدار رہ کر اور تہجد گزار بن کر ہماری مغفرت کی دعائیں فرماتے رہے آج بھی قبر انور میں وہ نبی رحمت ﷺ ہماری بخشش کے لئے دعاۓ مغفرت فرمارہے ہیں کل میدان محشر میں بھی ہم گناہ گاروں کیلیۓ شفاعت فرمانے کیلیۓ بے چین وبے قرار ہیں۔ مولانا حسن بریلوی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے، کہیں گے اور نبی، "اذھبوا الی غیری" میرے حضور کے لب پر" انالھا" ہوگا، عزیز بچے کو جس طرح ماں تلاش کرے، خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا۔

الغرض وہ نبی رحمت ﷺ قبر میں، میدانِ محشر میں، پل صراط پر، میزان عمل پر، حوض کوثر پر ہر جگہ ہماری محبت میں بے قرار رہیں گے مگر افسوس کہ ہم اتنے بے مروت بے وفا اور احسان فراموش ہیں کہ ایسے رحمت و مہربان نبی کریم ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہیں پہنچاتے، انہیں خوش نہیں

کرتے اور وہ کس طرح، کوئی مال و دولت لٹا کر نہیں، اولاد قربان کر کے نہیں، اپنی جان دے کر نہیں، صرف اسطرح کی پانچ قوت اپنے خالق و مالک کے حضور سر بسجود ہو کر نماز ادا کریں۔ افسوس اور صد ہزار افسوس اس سے بڑھکر ہماری بے مروتی و بے غیرتی کیا ہوگی؟ مسلمانوں غور کرو اگر واقعی ہمیں حضور سرکار مدینہ ﷺ سے سچی محبت ہوتی تو ضرور ضرور ہم ان کی تمام محبوب چیزوں سے محبت کرتے، اپنے چہرہ پر داڑھی کو سجاتے اور پانچ وقتہ نماز پڑھکر ضرور اور ضرور ہم ان کی تمام محبوب چیزوں کو اپناتے ہوئے اور اپنے محبوب ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتے۔

صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں:

جو شخص اللہ سے محبت کا دعویٰ کرے اور اس کے نبی کی سنت کی مخالفت کرے تو اس کے جھوٹے ہونے پر خدا کی کتاب صراحت کے ساتھ اعلان کرتی ہے، کیونکہ جو شخص کسی سے محبت کرے گا تو یقیناً وہ اپنے خواص اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے محبت کریگا۔ یہی عشق و محبت کا قانون ہے۔ اس مضمون کو کسی عربی شاعر نے کتنے نفیس انداز میں کہا ہے۔

لا کان حبك صادقا لا طعقه ان المحب لمن عحب مطیع

یعنی اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور ان کی فرماں برداری کرتا، کیونکہ بلاشبہ ہر عاشق اپنے معشوق کا فرماں بردار ہوا کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۸۴)

الصلوٰة السلام علیك یا رسول الله۔

حضرات گرامی!

فخر عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بندے کو سب سے زیادہ خداوند کریم کی نزدیکی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب وہ سجدے میں ہوتا ہے،

حضرات گرامی! آپ بتائیں کہ کون ایسا مسلمان ہوگا، جو خداوند قدوس کی نزدیکی اور اس کے قرب کا طالب نہ ہو، ہر مومن کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ خداوند کریم اس کو اپنی بارگاہ میں مقرب بنالے مگر افسوس اس پروردگار عالم نے اپنے سب سے زیادہ تقرب کا ذریعہ بتایا ہے یعنی نمازوں کا سجدہ، آج ہم اپنی بداعمالی کی وجہ سے اس سے بلکل غافل ہیں۔

برادران اسلام!

یاد رکھیں کہ ارحم الراحمین ہمارا جو مالک و مولیٰ ہے اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم و کریم ہے اور قادر و قیوم بڑا غیور بھی ہے اس لئے جو بندہ اس کے حضور سجدہ میں گر کرناک زمین پر رگڑتا ہے تو پھر غیرت والا مالک و مولیٰ اپنے اس بندے کی پیشانی کا اتنا سر بلند فرمادیتا ہے کہ آسمان کی بلندی و رفعت بھی اس بندے کی عظمت کو جھک جھک کر سلام کرنے لگتی ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نماز فلاح دارین ہے:

عزیزان ملت! آپ یہ نہ سمجھیں کہ نماز صرف آخرت ہی میں کام آنے والی چیز ہے، نہیں، نہیں، نماز مومن کیلئے دنیاو آخرت دونوں جہانوں میں فلاح کا سامان ہے جہنم کے عذاب اور دنیا کی مصیبتوں کے حملوں سے بچنے کیلئے

مومن کے پاس نماز سے بہتر کوئی ڈھال نہیں، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور سرور عالم ﷺ کو کوئی سخت کام در پیش ہوتا تو حضور فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے، کیوں، اسلئے کہ نماز اللہ کی رحمت کا سامان ہے اور ہر مصیبت اور بلا کے وقت نماز کی طرف دوڑ پڑنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ لینا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ میں اور اور اس کے حفظ وامان میں پہنچ جائے پھر کیا مجال ہے کہ دنیا و آخرت کی کوئی مصیبت اس کا بال بیکا کر سکے۔ چنانچہ تمام انبیاء و مرسلین علیھم الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ یہی معمول رہا کہ وہ مصائب و آلام کے ہجوم کے وقت نماز میں مشغول ہو جاتے تھے، ہمارے سلف صالحین صحابہ و تابعین و صالحین پر بھی جب بلائیں اور مصیبتیں حملہ آور ہوتیں تو وہ فوراً نماز کی طرف دوڑ پڑتے تھے اور نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ غیب سے ان کی فتح و فلاح کا سامان پیدا فرما دیتا۔

نماز جان و مال کی سلامتی ہے :

عزیزان ملت!

مجھے اس وقت کوفہ کے قلی کا واقعہ یاد آگیا، ذرا غور فرمائیں، بڑا ہی عبرت آموز واقعہ ہے، کوفہ میں ایک بہت ہی آمین اور قابل اعتماد قلی رہتا تھا۔ جو لوگوں کی قیمتی امانتیں دور دور کے شہروں میں پہنچایا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ لوگوں کا قیمتی سامان اور نقدی وغیرہ لیکر خچر پر سوار ہو کر سفر میں روانہ ہوا راستے میں ایک مکار ڈاکو ملا جو اپاہج بن کر بیٹھا ہوا تھا مکار ڈاکو قلی سے گڑگڑا کر کہنے لگا کہ بھائی میں چلنے پھرنے سے معزور ہوں خدا کیلئے تم مجھے اپنے خچر پر سوار

کر لو، میں تمہیں ایک دینار کرایہ دوں گا۔ بھولا بھالا قلی مکار ڈاکو کے دامِ فریب میں آگیا اور رحم کھا کر مکار ڈاکو کو خچر پر سوار کر لیا۔ قلی عام سڑک پر چلنے لگا تو مکار ڈاکو نے کہا کہ بھائی یہ راستہ تو بہت لمبا ہے میں تمہیں بہت قریب کا راستہ بتاتا ہوں، اس راستے میں گھاس پانی بھی افراط سے ملتا ہے، قلی اس مکار ڈاکو کے فریب میں آگیا اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑا لیکن ابھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک خوف ناک جنگل آگیا، قلی نے دیکھا کہ وہاں بہت سی لاشوں کی ہدیاں پڑی ہیں اور آگے راستہ بند ہے وہاں پہنچ کر یہ مکار ڈاکو خچر سے اترا اور خنجر نکال کر قلی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا قلی نے حیران ہو کر کہا کہ بھائی یہ کیا کر رہے ہو، مکار ڈاکو بولا کہ خبردار اب تم یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتے، دیکھ لو یہ سب تمہارے جیسے مسافروں کی کھوپڑیاں ہیں جن کو میں نے فریب سے یہاں قتل کیا ہے اور ان کا مال لوٹ لیا ہے، قلی نے نہایت عاجزی سے کہا، کہ بھائی تم سارا مال و سامان لے لو مگر خدا کیلئے مجھے قتل نہ کرو ہر چند قلی عاجزی کے ساتھ روتا اور گڑگڑا کر اپنی جان کی امان مانگتا رہا مگر وہ سفاک ڈاکو جس کے سینے میں دل کی جگہ شاید سخت پتھر کا ٹکڑا تھا، بالکل رحم نہ کھایا ہر طرف سے مایوس ہو کر بیچارا قلی مجبور ہو کر کہنے لگا اچھا تم مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو اس کے بعد تم مجھے قتل کر دینا، اس جلاد ڈاکو نے قہقہہ لگایا اور کہا اچھا جلدی کرو، قلی نے نماز شروع کر دی، الحمد شریف پڑھنے کے بعد پریشانی میں کوئی سورت یاد نہیں آئی، ادھر جلاد ڈاکو خنجر چمکا چمکا کر تقاضہ کر رہا تھا کہ جلدی نماز ختم کر، بے اختیاری میں قلی کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی کہ :

ترجمہ: خدا کے سوا کون ہے جو مجبور کی پکار کو سنے جب وہ مجبور اس کو پکارے۔

قلی اس آیت کو پڑھنے لگا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار اس کے رخسار پر بہنے لگی، ابھی ایک رکعت بھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ اچانک جنگل میں سے ایک سوار نمودار ہوا اور اس مکار ڈاکو کی گردن پر ایسی شمشیر ماری کہ اس ڈاکو کا سر کٹ کر گر پڑا اور ایکدم اس کی لاش پر غیبی آگ کے شعلے بلند ہو گئے۔ قلی نے سلام پھیر اکر دیکھا تو ڈاکو کی لاش جل کر خاک ہو چکی تھی۔ قلی نے سجدہ شکر ادا کیا اور غیبی سوار سے دریافت کی کہ خدا کیلئے اتنا بتادیں کہ آپ کون ہیں اور کس طرح یہاں تشریف لائے، غیبی سوار کہنے لگا کہ میں امن یجب المضطر فرمانے والے مالک و مولیٰ کا ایک بندہ ہوں اور اسی کے حکم سے میں تمہاری مدد کیلئے یہاں آیا ہوں، اب تم بے خوف ہو جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔

مسلمان بھائیو! یہی وجہ ہے کہ نماز سے تمام صالحین امت والہانہ عشق رکھتے تھے۔

نماز سے زیادہ جنت سے زیادہ پیاری سرکار دو جہان ﷺ نے تو بار بار فرمایا ہے کہ دو رکعت نماز دنیا اور اس کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام بھی نماز س سے بے پناہ عشق و محبت رکھتے تھے۔

دور تابعین میں حضرت امام بن سرین کا قول اور معقولہ آپ بھی سنیں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

اگر مجھے اختیار دے دیا جائے یا تو میں جنت میں داخل ہو جاؤں یا دو رکعت

نماز پڑھ لوں تو میں دو رکعت نماز پڑھنے کو جنت داخل ہونے سے زیادہ پسند کروں گا، کیوں کہ جنت میں داخل میری اپنی خواہش کا ذریعہ ہے اور دو رکعت میرے رب کی رضا کا سامان ہے۔ (نزہۃ المجالس)

حضرات محترم!

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمت اللہ علیہ کے ایک نامی خلیفہ شیخ عبد الواحد لاہوری رحمت اللہ علیہ ہیں، آپ نے ایک مرتبہ عالموں سے پوچھا کہ جنت میں نماز بھی ہوگی جبکہ باقی تمام نعمتیں جنت میں ہوں گی، کیا نماز بھی ہوگی، علماء نے عرض کی کہ جنت میں نماز کہاں ہوگی، جنت تو اعمال صالحہ کی جزا کا مقام ہے وہاں اعمال صالحہ کی تکلیف کہاں سے ہوگی، یہ سن کر حضرت شیخ الواحدؒ نے ایک سرد آہ کھینچی اور رونے لگے پھر نہایت حسرت کے ساتھ فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کس طرح چین ہوگا، مسلمانو، ان سعید و پاکباز روحوں سے نماز کی لذت پوچھو کہ انہیں جنت میں بھی بغیر نماز کے کوئی لطف نصیب نہیں ہوگا۔

نماز کے انعامات :

حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ نماز پنجگانہ کی پابندی کرنے والے کو نو (۹) چیزیں انعام میں ملیں گی۔ اول خداوند کریم اس کو اپنا محبوب بنالے گا۔ دوسرے اس کو تندرستی عطا فرمائے گا۔ تیسرا فرشتے اس کی حفاظت فرمائیں گے۔ چوتھا اس کے گھر میں برکت۔ پانچواں اس کے چہرہ پر صالحین کا نور ہوگا۔ چھٹا اس کا دل نرم ہوگا۔ ساتواں وہ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔ آٹھواں جہنم سے نجات پائے گا۔ نواں جنت میں اس کو ایسے لوگو کا

پڑوس نصیب ہوگا جس کی شان میں " لا خوف علیھم ولا ھم یحذنون " کی بشارت آئی ہے یعنی قیامت میں ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہو گے۔ (منبہات ابن حجر)

اسی طرح ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ:

۱...... نماز رضائے الٰہی کا سبب ہے۔ ۲...... فرشتوں کی محبوب چیز ہے۔ ۳...... انبیاء علیہ السلام کی سنت ہے۔ ۴...... نور معرفت ہے۔ ۵...... برکت رزق ہے۔ ۶...... ایمان کی جڑ ہے۔ ۷...... بدن کی راحت ہے۔ ۸...... دشمنوں کے مقابلہ کیلئے ہتھار ہے۔ ۹...... شفاعت کرنے والی ہے۔ ۱۰...... قبر کا چراغ ہے۔ ۱۱...... قبر میں وحشت کی مونس ہے۔ ۱۲...... مقبولیت دعا ہے۔ ۱۳...... منکر نکیر کے جواب میں آسانی کرنے والی ہے۔ ۱۴...... ظلمت میں روشنی ہے۔ ۱۵...... آگ جہنم کیلئے آڑ ہے۔ ۱۶...... میزان عمل کا بوجھ ہے۔ ۱۷...... پل صراط سے جلدی گزارنے والی ہے۔ ۱۸...... جنت کی کنجی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضرات گرامی! نماز کے اجر عظیم اور بے نمازی کے وبال کے بارے میں ایک اور حدیث شریف سنئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ حضور سرور کائنات ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جو شخص نمازوں کی پابندی کرے گا تو نماز قیامت کے دن اس کیلئے نور ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہیں کریگا اس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا، نہ دلیل ہوگی اور، نہ نجات ہوگی اور حشر فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ (درمنشور وغیرہ)

توبہ توبہ! نعوذ باللہ، خدا کی پناہ بے نمازیو عبرت پکڑو دیکھ لو بے نمازی کا حشر کتنے برے برے لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ فرعون کو تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ وہ کافر ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ یہاں تک کہ قہرالٰی نے اس جو دریا نیل میں غرق فرما دیا۔ اور ہامان بد نصیب اسی فرعون کا وزیر تھا، یہ بھی فرعون کے ساتھ غرق ہوگیا۔ ابی بن خلف کے بارے مین سن لیں کہ یہ کون تھا۔ حضرت ابی بن خلف مکہ کا وہ کافر ہے جس نے قبل ہجرت حضور رحمت عالم ﷺ کو یہ دھمکی دی کہ اے محمد ﷺ میں نے ایک خاص گھوڑا اس لئے پالا ہے کہ اس پر سوار ہو کر میں تم کو قتل کروں گا۔ چنانچہ رحمت عالم ﷺ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ انشاء اللہ تعالیٰ میں تجھ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔ چنانچہ جنگ احد کے دن اس خبیث نے رحمت عالم ﷺ پر حملہ کیا، صحابہ رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دینے کا ارادہ کیا مگر حضور ﷺ نے صحابہ کو منع فرما دیا اسکو خود ایک صحابی کا نیزہ لے کر اس مردود کی گردن پر مارا، صرف ایک ہلکی سی خراش آئی مگر ابی بن خلف اس مار کی تاب نہ لا کر بلبلاتے ہوئے بھاگ نکلا اور چلانے لگا کہ خدا کی قسم مجھے محمد ﷺ نے قتل کر ڈالا، کفار نے اس کو غیرت دلائی کہ تو اتنا بہادر ہو کر ایک ذرا سی خراش لگ جانے پر اس قدر بلبلا رہا ہے۔ ابی بن خلف کہنے لگا کہ محمد ﷺ نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ تجھ کو میں قتل کروں گا، میں لات و عزیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے جب بھی میں مر جاتا۔ اے لوگو یہ خراش تمہاری نظر میں ایک معمولی خراش ہے مگر محمد ﷺ کی مار ہے مجھے اس سے اتنی تکلیف ہو رہی ہے کہ اگر میرا درد تمام لشکر میں تقسیم کر دیا

جائے تو سارالشکر ہلاک ہو جائے، غرض کہ اسی طرح تڑپتے اور بلبلاتے ہوئے وہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے ہی راستے میں ہلاک ہو گیا۔ (تنبیہ الغافلین)

برادران ملت!

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بد ترین کافر وہ جہنمی ہے اور بد نصیب ہے جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔ حضرات آپ نے سن لیا ابی بن خلف وہ ملعون کافر جہنمی ہے جو نبی آخر الزمان ﷺ کی مار سے فی النار ہوا ہے۔ حضرات امام ترمذی عبد اللہ بن شفیقؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے تھے سوا نماز کے چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم و عبد الرحمٰن بن عوف وابو ہریرہ و عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن مسعود و جابر بن عبد اللہ و معاذ بن جبل اور ابو وردؓ کا یہی مذہب تھا کہ بلا عزر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے اور بعض امام مثلاً امام احمد حنبل واسحاق بن راہو یہ و عبد اللہ بن مبارک وامام حنیفی رحمت اللہ علیہم کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ تارک نماز کافر ہو گیا۔ اگر چہ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؓ اور بہت سے صحابہ اکرامؓ تارک نماز کی تکفیر نہیں فرماتے بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ جس نے بلا عزر نماز کو چھوڑ دیا وہ اگر چہ کافر نہیں مگر اس نے کافر کا کام کیا کیوں نماز نہ پڑھنا کافر کا کام ہے۔ بہر حال یہ بھی کیا تھوڑی معمولی بات ہے کہ بے نمازی کچھ صحابہ اکرام اور کچھ اماموں کے نزدیک کافر ہے۔ توبہ توبہ خدا کی پناہ مسلمانو خدا کے خوف اور غضب سے ڈرو اور نماز قائم کر لو۔

جماعت کی فضیلت :

برادران ملت !

جماعت نماز کی فرضیت واہمیت کے بارے میں تو بہت کچھ عرض کر چکا ہوں اب کچھ کی اہمیت زور فضیلت کے متعلق بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، بہت سے لوگ نماز تو پڑھ لیتے ہیں مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتے حالاں کہ جس طرح نماز کے بارے میں سخت تاکیدیں اور ترک پر شدید وعیدیں آئی ہیں اسی طرح جماعت کیلیئے بھی حدیثوں میں بہت زیادہ تاکیدی احکام آئے ہیں۔ چند حدیثیں پیش خدمت کرتا ہوں۔ ھدایت فرمانا رب العالمین کا کام ہے

نجات کے دو پروانے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ :

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ اس طرح نماز باجماعت پڑھے کہ اس کی تکبیر اولیٰ نہ چھوٹے تو اس کیلیئے دو نجات نامے لکھ دیئے جاتے ہیں۔ ایک دوزخ سے چھٹکارا پانے کا اور دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔ (ترمذی شریف)

حضرات گرامی !

نماز باجماعت کے اجر وثواب کا یہ حال ہے کہ حضور سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

جماعت کی نماز اکیلے آدمی کی نماز پر ستائس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اور بعض روایات میں پچیس درجے کا ذکر ہے۔ (بخاری)

بہر حال اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اور جن کی نمازوں میں اخلاص

کی کچھ کمی رہتی ہے تو انہیں پچیس درجے کی فضیلت کا ثواب ملتا ہے۔ بہر کیف جماعت کا ثواب پچیس درجے کا ہو یا ستائیس درجے کا۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا مال اپنے شہر میں ایک روپے کا بکے گا اور ہم سمندر پار جا کر اس مال کو فروخت کریں تو یہ مال پچیس یا ستائیس روپے میں بکے گا تو برادران ملت! میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص سمندر پار جا کر اپنا مال فروخت کریگا کیونکہ پچیس یا ستائیس گنا کا منافع چھوڑنا کوئی بھی گوارا نہیں کرے گا مگر کس قدر حیرت ہے کہ گھر سے صرف چل کر مسجد میں نماز باجماعت پڑھنے میں ایک پر ستائیس نماز کا ثواب ملتا ہے مگر پھر بھی بہت سے لوگ گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جماعت کی پرواہ نہیں کرتے۔

مسلمانو! کاش ہم سب اگر اپنے سلف صالحین کی زندگی پر ایک نظر ڈالیں کہ وہ خوش نصیب مسلمان نماز تو نماز جماعت تو جماعت بلکہ وہ کبھی تکبیر اولیٰ بھی فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔

حضرات محترم!

غالباً آپ حضرات نے حضرت محمد بن سماعہؒ کا تذکرہ کتابوں میں پڑھا ہوگا یا پھر علماء سے سنا ہوگا۔ یہ حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمت اللہ علیہ جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے ایک سو تین برس کی عمر پائی۔ حضرت روزانہ دو سو رکعت نفل پڑھا کرتے تھے۔ یہ فرماتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی جس دن میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوا، اس دن ایک وقت کی نماز چھوٹ

گئی تو میں نے اس خیال سے کہ جماعت کی نماز کا پچیس گنا ثواب زیادہ ملتا ہے تو اس نماز کو میں نے اکیلئے پچیس مرتبہ پڑھا اسی درمیان میں مجھے غنودگی آگئی تو کسی نے خواب میں آکر کہا کہ پچیس نمازیں تو تم نے پڑھ لیں مگر فرشتوں کی آمین کا کیا کروگے؟ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ کہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور جس کی آمین فرشتوں کے ساتھ ہوتی ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، تو اس فضیلت کو تم بغیر جماعت سے نماز پڑھے ہوئے کس طرح حاصل کر سکتے ہو (تہذیب، تحذیب الحذیب وغیرہ)

حضرات گرامی!

اس واقعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے والا اگرچہ ہزاروں مرتبہ نماز کو پڑھے مگر پھر بھی جماعت کا ثواب اس کو ہرگز حاصل نہیں ہوگا۔

سامعین حضرات! یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ تارک جماعت پر اتنا شدید غضب فرماتے ہیں کہ ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنے نوجوانوں کو یہ حکم دے دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کر کے میرے پاس لائیں۔ پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤ جو بغیر عزر کے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں تاکہ ان کے گھروں کا جلادوں۔ اللہ اکبر رحمت عالم ﷺ جن کی رحمت و شفقت کا امت پر ہمیشہ احسان رہا ہے اور اپنی امت پر بے حد شفیق و مہربان ہیں مگر جماعت چھوڑنے والوں پر ان کے غیظ و غضب کا یہ عالم ہے کہ اپنے ہاتھوں ان کے گھروں کو پھونک دینے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔

حضرات مکرمی!

تارک جماعت پر رحمت عالم ﷺ کے غضب کا حال تو سن چکے ،اب اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کو بھی سن لیں، حضور پر نور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ :

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو بارہ بلاؤں کے ساتھ عذاب دے گا، یہ بارہ بلائیں کون کون سی ہیں ان کو سن لیں :

تین بلائیں دنیا میں اور تین بلائیں موت کے وقت اور تین بلائیں قبر میں اور تین بلائیں قیامت میں آئیں گی اور ان میں پہلی بلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روزی میں برکت اٹھالے گا، دوسری بلا یہ ہے کہ اس سے صالحین بندوں کا نور اٹھالے گا اور تیسری بلا یہ ہے کہ وہ تمام ایمان والوں کے دلوں میں مبغوض ہو جائے گا۔

برادران ملت!

آپ نے دنیا کی ان بلاؤں کو کیا سمجھا سنو؟ بھلا رزق کی برکت کا چلا جانا کوئی معمولی بات ہے۔ اسی طرح سالحین کے نور سے محروم ہو جانا کم مصیبت ہے۔ اس طرح تمام اہل ایمان ،انبیاء اور مرسلین ، ملائکہ مقربین اور اولیائے کاملین ان سب کے دلوں میں قابل نفرت ہو جانا یہ کوئی معمولی عذاب ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ آدمی جس محلے میں رہتا ہے اگرچہ پورا محلّہ اس سے نفرت کرنے لگے تو پھر ایک غیرت مند انسان اس محلے میں نہیں رہ سکتا بلکہ وہ محلّہ تو کیا اس شہر کو

بھی چھوڑ دے گا۔ بھلا اس شخص کی بے عزتی کا کیا ٹھکانا ہے۔

جس سے خداوند کریم کے تمام انبیاء، تمام فرشتے اور تمام اولیا اللہ و تمام صالحین نفرت کرنے لگیں کیا بھلا یہ شخص دنیا میں رہنے کے قابل ہے؟ توبہ، نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ ہر مومن کو ان بلاؤں سے محفوظ فرمائے (آمین ثم آمین)

حضرات! اب ان تین بلاؤں کا بھی ذکر سنیں جو موت کے وقت تارک جماعت پر آتی ہیں، ارشاد ہوتا ہے کہ موت کے وقت آنے والی تین بلائیں یہ ہیں، پہلی بلا یہ ہے کہ اس کی روح اس حالت میں قبض کی جائے گی کہ وہ پیاسا ہوگا اگرچہ وہ تمام نہروں کا پانی بھی پی لے مگر پھر بھی مرتے وقت پیاسا ہی مرے گا۔ دوسری بلا یہ ہے کہ اس کی جان کنی بہت سخت ہوگی۔ تیسری بلا یہ ہے کہ اس کے ایمان کی بربادی کا خطرہ رہے گا۔ میرے بزرگو آپ غور فرمائیں اور عبرت حاصل کریں کہ پیاسا مرنا، جان کنی کی سختی۔ ایمان کی بربادی کا خطرہ یہ کتنی ہولناک اور خوف ناک بلائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے ہر مومن و مسلمان کو ان بلاؤں سے بچائے (آمین ثم آمین)

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ تین بلائیں جو قبر میں آئیں گی ان میں سے پہلی بلا یہ ہے کہ منکر نکیر کے سوال میں سختی ہوگی اور دوسری بلا یہ ہے کہ قبر میں بہت اندھیرا ہوگا۔ اور تیسری بلا ہے کہ قبر اس قدر تنگ ہو جائے گی کہ پسلیاں آپس میں مل جائیں گی۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس عذاب سے محفوظ فرمائے۔

اب قیامت کی تین بلاؤں کا حال بھی سن لو۔ سرکار دو عالم کا ارشاد ہے

کہ قیامت میں آنے والی تین بلائیں یہ ہیں۔ پہلی بلا یہ ہے کہ اس کا حساب [illegible] سختی سے ہوگا، دوسری بلا یہ ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا، تیسری بلا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آگ کا عذاب دیگا۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔

حضرات! نماز و جماعت کا بیان آپ حضرات کافی سن چکے ہیں اب ذرا نماز میں خشوع کا بیان بھی سن لیں۔ خشوع یعنی قلبی جھکاؤ اور روحانی توجہ۔ سچ پوچھیے تو یہ نماز کی روح ہے اگر نماز میں قلب کا جھکاؤ نہیں ہوا تو پھر صرف سر جھکا لینا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد کتنا واضح ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

"قد افلح المومنون الذین ہم فی صلوٰتہم خاشعون"

ترجمہ: یعنی وہ ایمان والے فلاح پانے والے ہین جن کی نمازوں میں خشوع پایا جاتا ہے۔

برادران ملت!

سن لیا آپ نے قابل فلاح وہی نماز ہے جس میں دل کی حضوری اور قلب کا چھٹکارہ ہو جائے یعنی خداوند قدوس کی عظمت اور اس کے جاہ و جلال کے تصور سے نمازی کا دل و دماغ خوف و خشیت کا خزانہ بن جائے اور جسم بوٹی بوٹی اور بدن کا بال بال خداوند تعالیٰ کے خوف و عظمت اور جلال سے تھر تھرا جائے اور خدا کی کبریائی اور اس کے شان جلال کے تصور کے سامنے ماسوا اللہ کا خیال ہی نہ آئے یہی وہ کیفیت ہے جس کی نشان دہی فرماتے ہوئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

تم اللہ تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر اتنی قوی حضوری تمہیں حاصل نہ ہو سکے تو کم سے کم اتنا تو دھیان رکھو کہ وہ مالک تمہیں دیکھ رہا ہے۔

مگر برادران ملت! ہماری نمازوں میں کتنا خشوع اور دل کا جھکاؤ ہوتا ہے ، یہ تو ہم اور آپ کو خوب معلوم ہے سر سجدے میں اور دل دغابازی میں ، ایک لطیفہ سنا ہے کہ پانچ آدمی تبلیغ کیلئے چلے دریا کے کنارے پانچوں نماز پڑھنے لگے ، ایک امام بن گیا اور چار مقتدی ہو گئے ، عین نماز کی حالت میں دریا کے اندر سے ایک مچھلی کودی ، بس اب کہاں برداشت کی طاقت جھٹ ایک مقتدی صاحب بول اٹھے کہ یہ کیا کودا دوسرا بھلا کیسے چپ رہ سکتا تھا ، وہ بولا اجی مچھلی ہو گی ، تیسرے صاحب جو ذرا ابقراط تھے تڑپ کر بولے چپ رہو بولنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ، چوتھے صاحب کو غصہ آگیا وہ بھی چلا کر بولا تم کیوں بولتے ہو تمہاری نماز بھی ٹوٹ گئی ہے ، چاروں کو سن کر امام صاحب بھی بول اٹھے کہ الحمد اللہ میں نہیں بولا اس لئے کہ میری نماز نہیں ٹوٹی۔

مسلمانوں دیکھا آپ نے آجکل کے ہم مسلمان ایسی نماز پڑھتے ہیں کہ نماز کو مچھلی مارکیٹ بنا ڈالتے ہیں۔

برادران اسلام!

ہم پر افسوس ہے کاش کہ ہم سلف صالحین کی نمازوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں کہ نمازوں میں ان کی توجہ الی اللہ اور خشوع و خضوع کا کیا عالم ہوتا تھا۔ اچھا اب آئے چند بزرگوں کی نمازوں کے حالات سنیئں۔ حضرات یہ بڑا مشہور

واقعہ ہے کہ فاتح خیبر علی حیدر قرارؓ کا ایک مرتبہ میدان جہاد مین تھے کہ کسی کافر کا تیر آکر آپ کی مقدس ران میں چبھ گیا، لوگوں نے نکالنا چاہا مگر نہ نکل سکا۔ پھر لوگوں نے یہ طے کیا کہ جب آپ نماز میں مشغول ہوں گے اس وقت تیر نکال دیا جائے گا چنانچہ جب مولیٰ کائنات نے نماز کی نیت باندھی تو لوگ آئے اور جوں ہی آپ سجدے میں گئے لوگوں نے تیر زور سے کھینچ کر نکال لیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے دریافت فرمایا کہ شاید تم لوگ تیر نکالنے کیلئے جمع ہوئے ہو، لوگوں نے کہا کہ ہم نے تیر نکال بھی لیا۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ مجھے خبر بھی نہیں ہوئی۔ (مثنوی شریف)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھوں میں موتیا کا پانی اتر آیا طبیب نے کہا کہ آپکی آنکھوں کا آپریشن کر کے علاج کر سکتا ہوں مگر چند دنوں تک آپ نماز نہیں پڑھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا مجھے تمام عمر اندھا رہنا گوارا ہے مگر ایک وقت کی نماز چھوڑنا مجھے گوارا نہیں ہو سکتی۔ روایت ہے کہ آپ اذان کی آواز سن کر زارو زار رونے لگے اور پھر نماز میں تو اس قدر روتے تھے کہ آپکے ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح مشہور صحابہ کبار میں سے ہیں جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو کبھی کوئی وسوسہ یاد نیاوی خیال ان کو نہیں آتا تھا، ایک مرتبہ انہوں نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد فرمایا کہ آج نماز میں شیطان نے مجھ پر بہت بڑا حملہ کیا۔ شیطان نے میرے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ میں پوری جماعت میں سب سے افضل ہوں کیونکہ سب لوگوں نے مجھے امام بنایا ہے۔ لہذا اے مسلمانوں میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج سے

آئندہ اب میں کبھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔

حضرات خاندان اہل بیعت کے چشم وچراغ حضرت زین العابدینؓ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ وضو فرماتے تو خوف الٰہی سے آپ کا چہرہ زرد پڑھ جاتا، اور آپ کے جسم مقدس پر لرزہ طارہ ہو جاتا، ایک مرتبہ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ مکان میں آگ لگ گئی، مگر آپ نماز میں مشغول رہے لوگوں نے آگ بجھا کر عرض کیا حضور آپ کا مکان جلتا رہا اور آپ نماز پڑھتے رہے، ارشاد فرمایا الحمد اللہ میں جہنم کی آگ کے خیال میں اس قدر محو ہو گیا تھا بلکہ مجھے اس دنیامیں آگ کی خبر بھی نہیں ہوئی۔

حضرت ذوالنون مصری رحمت اللہ علیہ کی نماز: ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصریؒ کے پیچھے نماز پڑھی اور اس کا بیان ہے کہ جب آپ نے اللہ اکبر کہا تو ان پر جلال ربانی کا ایسا غلبہ ہوا کیا گویا ان کی روح پرواز کر گئی اور میرے قلب پر ان کی تکبیر کا یہ اثر ہوا کہ میرا دل خدا کی ہیبت سے لرز اٹھا۔

برادران ملت!

میں کہاں تک سلف صالحین کی نمازوں کا ذکر کروں جو خشوع وخضوع ان کی نمازوں میں ہوا کرتا تھا۔ سناؤں، بس افسوس اور رنج اسی بات کا ہے کہ ہم لوگوں نے سلف صالحین کے طریقوں کو کو چھوڑ دیا ہے۔ ہم پہلے تو نماز پڑھتے نہیں اگر خوش نصیبی سے پڑھنے لگیں تو ہماری یہ حالت ہوتی ہے کہ سر سجدے مین اور دل دغابازی میں، میں تو اکثر یہ کہتا ہوں کہ ہماری نمازوں کو نماز کہنا در حقیقت نماز کی توہین ہے۔ مجھے آج کل نمازیوں پر بھی بڑا تعجب ہوتا ہے جو نماز

پڑھ کر اکڑتے پھرتے ہیں کہ ہم نمازی ہیں۔

برادران ملت!

مجھے اس وقت حضرت مرزا مظہر جانجان رحمت اللہ علیہ کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اپنی نماز روزہ اور سوز و ساز پر ندامت کرو کیونکہ خداوند قدوس بے پرواہ ذات ہے لہذا تم اپنے نیاز پر ندامت کرو اگر گنہگار انسان اپنے جرم پر نادم و شرمندہ ہو جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ نیک عبادت کر کے غرور کرے۔

مسلمانو سنو! پانچ وقتاً نماز باجماعت پڑھو اور بہت ہی اخلاص اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھو نمازیں پڑھکر خداوند کریم سے ڈرو اور رو رو کر گڑ گڑا کر خدا سے دعائیں مانگو کہ وہ اپنے کرم سے تمہاری نمازوں کو قبول فرمالے اور ہرگز ہرگز اپنی نمازوں پر غرور، تکبر اور گمنڈ مت نہ کرو بلکہ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو کہ کہیں نمازی تمہارے منہ پر نہ ماردی جائیں۔

وما علینا الا لبلاغ

مولفہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت پیر صوفی محمد عظیم قادری چشتی سہروردی ابوالعلائی جہانگیری شکوری سعیدی ناظم اعلیٰ انجمن اتحاد المسلمین دعوت محبت و یقین قادریہ عظیمیہ ہینسوالہ (رجسٹرڈ) تحصیل شکر گڑھ

خاک پائے مرشد

☆☆☆

تصحیح نامہ

کتاب: واقعہ معراج: مناسب تبدیلی

صفحہ نمبر	سطر نمبر	لفظ، الفاظ یا تحریر
۹	۳	ہائیڈنگ نماز کے بعد ذکر کا بیان
۸	۱۲،۸	صوفیہ، صوفیاء
۱۲	۳	رحمت اللمکامین، رحمت اللعالمین
۱۲	۷	معراج، معراج
۱۲	۷	کے سوا ایسے خاص، اضافی ہے
۱۲	۱۷	معجزات کے بعد، کے سبب
۱۲	۱۳	معجزا، معجزہ
۱۲	۱۴	کوئی، کسی۔ نبی یا رسول کے بعد، کو کا اضافہ
۱۴		ہائیڈنگ معراج کی وضاحت دنیاوی مثالوں سے
۱۴	۲	انتی، اتنی
۱۶	۲	ہنچ پہنچ
۱۶	۵	معمول، معمولی
۱۶	۱۱	پٹرول، پٹرول
۱۹	۳	پڑھتا، پڑتا۔ جاتا
۱۹	۵	اسی، ایسے
۱۹	۱۳	الہٰیات، الہیات
۱۹	۱۴	ایمانیت، ایمانیات
۲۰	۱۰	شکوق، شکوک
۲۰	۱۷	فخردین، فخرالدین
۲۰	۱۸	ایمانیت، ایمانیات
۲۱	۴	لکڑی، لفظ اضافی ہے
۲۱	۱۱	حقیدت، عقیدت۔ ایمانیت، ایمانیات
۲۲	۱	فسلفی، فلسفی
۲۲	۵	جزبہ، جذبہ
۲۲	۱۱	فلسفہ، فلسفہ
۲۲	۱۵	ہائیڈنگ:۔ علم فلسفہ کی روشنی میں معراج

۲۴	۱۵	بالا کا اضافہ
۲۵	۳	ہائیڈنگ: معراج کے صدقہ سے تسخیر سیارگان کا ممکن ہونا
۲۵	۱۴	نہین، نہیں
۲۶	۱۴	جامعہ، جامہ
۲۶	۱۷	دم زدن، چشم زدن
۲۸	۱	راتو ، راتوں
۳۲	۱۸	ڈالنے سے کے بعد، واقعہ مراج پایہ بات۔ اگر یہ بات پڑ ماتو جاتا، جاتی
۳۳	۱۵	اس روایت سے کے بعد، واقعہ معراج
۳۴	۸	ظابت، ثابت
۳۷	۵	ہی ، یہی
۳۹	۸	چچھ، کچھ
۴۱	۹	نوازہ، نوازا
۴۵	۳	گاس، گھاس، سطر ۵: تچیوں، قینچیوں
۴۶	۵	یزانی، یزدانی
۴۷	۱۳	روف، رحیم، رؤف الرحیم
۵۱	۹	مائنہ، معائنہ۔ سطر نمبر ۱۴ رف، رف، افردف
۵۲	۳	حاجز، عاجز۔ رف رف، رفرف
۵۲	آخری	بیتوں، ہیبتوں
۵۳	۶	رف رف، رفرف۔ سطر ۱۴۔ اوفی، ادنی، سطر ۱۶ انسیب، نصیب
۵۴	۸ اور ۹	رازی، راضی۔ سطر ۱۱۔ ادفی ادنی
۵۵	۱	راتو، راتوں
۵۸	۱۲	گبھراہٹ، گھبراہٹ
۶۳	۶	یہاں کے بعد۔ تک کا اضافہ
۶۷	۷	بلکل، بالکل
۷۲،۷۳	۷۲ کی آخری اور ۷۳ کی ۱	ایزارساہنوں، ایذارسانیوں
۸۸	۱۳	بذمزہبیت، بدمذہبیت
۱۰۰	آخری	ارضی، راضی سطر نمبر ۲ وقعہ، واقعہ
۱۰۳	۲	حاوبجا، جابجا

۱۰۳	۶	سپائی، سپاہی۔ بالکل، بالکل۔سطر۱۰ ابلکل، بالکل
۱۰۴	۳	بھر، پھر
۱۰۹	۱۸	گارت، غارت
۱۱۱	۹	لڈکوں، لڑکوں
۱۱۲	۱۴	ہالانکہ، حالانکہ سطر نمبر۱۶ ار ہمانی، ہی
۱۱۳	۶	خیاں باں، خیابان
۱۱۵	۱	مصروفیاتیوں، مصرویات
۱۱۶	۱۱	لزت، لذت
۱۲۰	۱۲	ہمایت، حمایت
۱۲۰	۱۶	نام نمودار، نام ونمود
۱۲۲	آخری	گرا، گھرا
۱۲۴	۱، ۳، ۷، ۱۱	فیصل، فصیل
۱۲۸	۳	گسل، غسل
۱۲۹	۱۰	پخدا، بہ خدا سطر ۱۵ کھجور، کھجور
۱۳۰	۳	گوندتے، کوندھتے
۱۳۸	۱۱	جائیاد، جائے یاد
۱۴۴	۱۲	حمیل، حنبل
۱۴۶	۳	پنجوقتہ، پنج وقتہ سطر نمبر ۷ مدستوں، مزشتوں سطر نمبر۱۰ التحت، التیات
۱۴۸	۷، ۸	روف ورحیم، روف الرحیم
۱۴۸	۷، ۸	روف ورحیم، رؤف الرحیم
۱۵۲	۶	ہدیاں، ہڈیاں، سطر نمبر ۱۳ آمان، امان
۱۵۶	۵	حضرت لفظ اضافی سطر ۹ میں، میں
۱۵۷	۱۰	عزرتمانہ، غذرنماز سطر نمبر۱۴ عزر، عذر
۱۵۸	۵	حالاں کہ، حالانکہ
۱۶۰	۱۵	عزر، عذر
۱۶۳	۱۵	جسم لفظ کے بعد، کی کا اضافہ
۱۶۷	۱۱	گمنڈ، :

ملنے کا پتہ:

دارالعلوم قادریہ مراۃ الاولیاء

ہینسووالہ (رجسٹرڈ) تحصیل شکرگڑھ